بسم اللہ الرحمن الرحیم

سفر آخرت

جواد محدثی

مترجم: **سید مجاہد حسین عالی نقوی**

تصحیح: ڈاکٹر حیدر رضا ضابط

محدثی، جواد، ۱۳۳۱۔
[نہج البلاغہ۔اردو۔ برگزیدہ]
سفر آخرت/ جواد محدثی؛ مترجم سید مجاہد حسین عالی نقوی۔ مشہد: بنیاد پژوہشہای اسلامی، ۱۳۹۳۔ ۱۰۰ص
فیپا
ISBN;978 -964 - 971 - 830 - 9
۱۔علی بن ابی طالب (ع)، امام اول، ۲۳ قبل از ہجرت ۔۴۰ق۔کلمات قصار ۳۔مرگ ۔احادیث.
۴۔مرگ۔ جنبہ ہای مذہبی۔ اسلام۔ الف۔ نقوی، سید مجاہد حسین، مترجم۔
ب۔ بنیاد پژوہشہای اسلامی۔ ج۔ عنوان
۱۳۹۳ ۳/ ۳م۴۵م/ ۳۸/۰۹ BP ۲۹۷/۹۵۷۵ کتابخانہ ملی جمہوری اسلامی ایران ۳۶۰۵۲۶۴

آستان قدس رضوی

بنیاد پژوہشہای اسلامی
آستان قدس رضوی

سفر آخرت

جواد محدثی

مترجم سید مجاہد حسین عالی نقوی

طبع دوم: ۲۰۱۷م/ ۱۳۹۶ش/ تعداد: ۲۰۰۰

قیمت: ۳۵۰۰۰ ریال

طباعت وجلد سازی: مؤسسہ چاپ وانتشارات آستان قدس رضوی

info @ islamic-rf.ir www.islamic-rf.ir

حق چھاپ محفوظ ہے

فہرست

کلام ناشر	۵
مقدمہ	۹
سفر مرگ	۱۵
موت کا حتمی ہونا	۱۹
مرگ ناگہانی	۲۵
آمادگی برائے مرگ	۲۹
موت مہلت کا خاتمہ	۳۵
حالت احتضار (سکرات)	۳۹
یاد مرگ	۴۷
تذکرۂ اموات	۵۵
گذشتگان سے عبرت	۶۳
موت کا خوف	۶۷

آرزوئے شہادت	۷۱
آخرت کو دیکھنے والی نگاہ	۷۷
سرمایۂ آخرت	۸۱
ذلّت والی زندگی یا عزّت والی موت	۸۹
سخنِ آخر	۹۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلام ناشر

نہج البلاغہ کو بلا شک وشبہ ایک ایسے سمندر سے تشبیہ دی جاسکتی ہے جو جواہرات سے بھرا ہُوا ہو. جہاں سے زندگی ساز درس اور گراں بہا حکمتیں حاصل ہوتی ہیں یہی وجہ ہے چودہ صدیوں سے دانشمند اور اہل علم ،مکتب علوی سے درس لیتے آرہے ہیں اور کلام امیر المومنین علی علیہ السلام سے کسب معرفت کیا جارہا ہے اور آپؑ کے کلام کی شرح پر کتابیں لکھی گئی ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام کا کلام، مباحث نظری وعقلی کے میدان میں، بہت مفید قابل قدر اور رہنما ہے اور انسانی زندگی کے تمام موضوعات عملی میں کام آتا ہے، مشکلات کو حل کرتا ہے۔ یہ حضرتؑ کے متنوع کلام سے نہ معلوم کتنے مضامین اور شعبوں کے لئے فکری مواد حاصل کیا جاتا ہے، وہ ذات گرامی جس کی شخصیت بے نظیر، صفات وکمال کا گنج گرانمایہ اور بزرگ پیشوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و

آلہ وسلم آپؑ کے بارے فرماتے ہیں"**انا مدینة العلم و علی بابها**"(۱)

چہ گفت آن خداوند تنزیل ووحی۔ خداوند امر وخداوند نہی

کہ من شہر علمم علیم دراست دُرست این سخن قول پیغمبرؐ است (۲)

جیسے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام خود فرماتے ہیں

"**علّمنی رسول الله صلی الله علیه و آله الف باب کل باب فتح الف باب**" (۳)

رسول خدا (اللہ کا درود اور سلام آپ اور آپ کے خاندان پر ہو) نے مجھے علم کے ہزار باب تعلیم فرمائے اور میں نے ہر ایک باب سے ہزار باب کھولے۔

اسلامک ریسرچ فاؤنڈیشن آستان قدس رضوی نے حضرت علی علیہ السلام کی ذات اقدس گرامی اور آپؑ کے سخنان گوہر بار سے کسب علم وفیض کرنے کے لئے ایک عظیم مقصد کے حصول کی خاطر ایک چھوٹا سا اقدام کیا ہے. امام علی علیہ السلام کے کلمات کا مجموعہ نہج البلاغہ ایسا علمی سرمایہ ہے جس میں انسانی زندگی کو سنوارنے اور حصول کمال بشری کا وافر خزانہ موجود ہے ہر مسلمان خصوصاً جوان نسل کے

۱۔المستدرک علی الصحیحین،۱۳۷/۳،

۲۔شاہنامہ فردوسی، مطابق چھاپ ماسکو، تحقیق ڈاکٹر سعید حمیدیان ۱۸/۱ و ۱۹

۳۔بصائر الدرجات،۳۲۳

لئے کردار و رفتار کی اصلاح کے لئے، حضرت علی علیہ السلام بہترین نمونہ و مثال ہیں اسی لئے یہ کوشش کی گئی ہے کہ عام فہم اور سلیس زبان میں حضرتؑ کے درس آموز کلمات پیش کئے جائیں۔

حجت الاسلام جناب محمد جواد نظافت و جواد محدثی نے تحقیق و نگارش کے مراحل انجام دیتے ہوئے اس سلسلہ دروس میں کمر ہمت باندھی ہے۔ ہم اُن کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اس اقدام سے جتنا ہو سکے، آج کی نسل جوان کو معارف اہل بیت علیہم السلام اور زندۂ و جاوید کتاب نہج البلاغہ سے آشنا کریں۔

اسلامک ریسرچ فاؤنڈیشن

آستان قدس رضوی

مقدمہ

اللہ تعالیٰ نے موت وحیات کو خلق کیا تا کہ تمھیں آزمائے کہ تم میں سے کون نیک عمل کرنے والا ہے(۱)

دُنیاوزندگی اور عمر، ہر طرح کے اچھے یا بُرے اعمال کے لئے میدان عمل ہے اس میدان میں مدت عمل، ہماری عمر کے سالوں کے مطابق ہے۔انتخابِ کردار کو ہمارے اُوپر چھوڑ دیا گیا ہے۔راستوں کی شناخت کردی گئی ہے۔ مقاصد و اہداف کو بھی بیان کیا گیا ۔''قدرت فکر''، ''ارادہ'' اور ''انتخاب'' کے ساتھ ہمیں عمل کرنا ہے۔ہم ابھی کلاس میں بیٹھے ہوئے ہیں، کلاس زندگی و عمر۔۔۔۔

اس کلاس میں ہر ایک کو ایک بار بیٹھنا ہے. یہاں درس دیا جاتا ہے امتحان لیا جاتا ہے۔

راستے پر سب رواں دواں ہیں مگر بہت سے منزل پر نہیں پہنچتے۔دوڑ لگانے والے بھی کامیاب نہیں ہوتے۔

۱۔ملک، آیہ۲

تعلیم وتربیت کے امتحان میں کامیاب وکامران ہونے والے وہ ہیں جو مقصد خلقت سمجھ کرصحیح راستے کاانتخاب کرکے اس پرگامزن ہوتے ہیں اورمنزل پر پہنچنے کے لئے اپنی تمام ترطاقت وتوانی صرف کرتے ہیں۔

اِن سوالات کے درست جواب کی تلاش، میں کون ہوں؟ کہاں ہوں؟ کہاں سے آیاہوں؟ کہاں جاؤں گا؟اور۔۔۔۔میرے آنے کامقصد کیاہے؟اگرکوئی اِن مسائل پرغوروفکرنہ کرے!اِن کاجواب تلاش نہ کرے!تو....

رازخلقت اوراپنے ہونے کے فلسفے کو،مرگ وزندگی کونہ سمجھ سکےتو یہ دنیا سے ''نابالغ'' چلا گیا خواہ اُس کی عمر۷۰سال کی ہو۔ ایک دن ہمارے رشتہ زندگی کو موت کی قینچی سے کاٹ دیاجائے گاتو سوچنایہ ہے کہ ہم اپنی زندگی کے روز وشب کس طرح گذاررہے ہیں؟ کیااس دن کیلئے جب ہم موت کے روبروہوں گے اور''سفرآخرت'' کاآغازہوگا،تو کیااُس کے لئے پروگرام مرتّب کیاہے؟

زندگی کامعنیٰ''بذروجود'' کوبونا''غنچہ فطرت'' کو''مزرعہ حیات'' میں شکوفہ کرنا ہے۔

عاقبت اندیش اورہوشیارانسان اپنی تمام صلاحیت وطاقت صرف کرتے ہیں کہ اس زراعت سے آئندہ کے لئے بہترین فصل حاصل کریں۔مگرغافلوں کی زندگی دوحصّوں میں تقسیم ہوتی ہے۔پہلے حصّے میں دوسرے حصّے کے اچھے خواب

دیکھتے رہتے ہیں اور دوسرے حصّے میں پہلے حصّے کے ضائع ہونے پر حسرت کی آہیں بھرتے ہیں۔

کتنے افسوس اور رنج کا مقام ہے کہ تیزی سے گذر جانے والے ایام میں شعوری بلوغت کی فکر نہیں ہے؟

نہج البلاغہ میں جو سنجیدہ اور اہم ترین موضوع ہیں اور یہ نورانی کتاب ان سے بھری ہوئی ہے، اُنہی میں مسئلہ مرگ اور بعد کے حالات ہیں۔ اور انسانی زندگی موت کے وقت کے لئے اور ضرورت ہے اُس کے لئے آمادہ رہنے کی، کیونکہ یہ ''آئندہ قطعی'' ہے. موت کو یاد رکھتے ہوئے پہلے رخصت ہو جانے والوں سے عبرت پکڑنا جبکہ لوگوں میں سے اکثر اِس مسئلہ سے غافل ہیں ، اس مسئلہ کے بارے، حضرت علی علیہ السلام کے کلمات بہت زیادہ ہیں۔

موت سے برتر کون سا موعظہ اور کون سی نصیحت اس سے سودمند تر ہے. گذشتہ لوگوں کی سرنوشت اور سرگذشت جو اس دُنیا میں زندہ رہے اور چلے گئے. وہ اپنے گناہوں میں اسیر تھے یا اپنی نیکیوں کا ثمر حاصل کرنے والے رہے؟ حیرت اِس پر ہے کہ ضعیف اور لمبی عمر تک زندہ رہنے والے، موت آئی تو کہنے لگے: زندگی کتنی جلدی گذر گئی!

پرتو عمر چراغی است کہ در بزم وجود   بہ نسیم مژہ برہم زدنی خاموش است

یقیناً، موت فنا ہونے کا نام نہیں بلکہ لباس و مکان کی تبدیلی ہے اور ہمارا وجود کوئی دوسری شکل اختیار کر کے مختلف شرائط کے ساتھ زندہ رہتا ہے اور ''آخرت'' میں حکم خدا سے دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔ جو عمر گذار چکے ہیں اس کا جواب دینا ہے اور ہم اپنے اعمال کا صلہ، تلخ یا شیریں وہاں چکھنا ہوگا لہذا ضروری ہے کہ سنجیدگی سے موت کے بارے میں غور و فکر کریں اور اُس کیلئے اپنے آپ کو آمادہ کریں کیونکہ اگر موت سے مراد ہمارا فنا ہونا ہوتا تو یہ ڈر خوف نہ ہوتا۔ تمام خوف اور اُمیدیں ''عالم بعد از موت'' سے متعلق ہیں۔

کتاب کا مضمون ''نہج البلاغہ'' کے سلسلہ دروس سے حاصل کیا گیا ہے۔ کلمات امام علی بن ابیطالب علیہ السلام میں موت کے موضوع پر تحقیق کریں گے حضرتؑ کے کلمات میں مسئلہ موت پر بہت کہا گیا ہے اگر سب مقامات کی نشاندہی کریں تو ایک ضخیم کتاب وجود میں آسکتی ہے، اسی بنا پر امام علی علیہ السلام کے فرمودات کے بعض حصے زیر بحث لائے ہیں اور بعض حاشیہ میں اور بعض کے صرف ترجمہ پر اکتفا کیا ہے۔

اس بات کا تذکرہ مناسب ہے قبل کے چند مقالات کی طرح ''خطبات، خطوط اور کلمات حکمت'' صبحی صالح کے نسخے نہج البلاغہ کی اساس پر ہیں جو اہل مطالعہ کی دسترس میں ہیں۔

ہمیں قوی امید ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے پُر تاثیر کلمات عمومی طور پر سب کو اپنا محاسبہ اور اصلاح پر مائل کریں گے ۔ اُس پیشوائے ہدایت وعرفان ونمونہ کمال کے کلام سے خدا اور آخرت پر یقین رکھنے والے ، موعظہ وہدایت سے فوائد حاصل کریں گے اور موت کو اپنی لئے رحمت الٰہی کے جوار میں داخلے کا دروازہ سمجھتے ہوئے لقائے رب کے لئے کوشاں رہیں گے۔

دلبسته به این آب و گلیم و خجلیم

وامانده ز راه و منزلیم و خجلیم

یک عمر بدون یک قدم پیشروی

در خط مقدم دلیم و خجلیم (۱)

ا۔ برگ وبار، از نویسندہ ص ۲۸۵۔

سفرِ مرگ

انسان ایسا مسافر ہے کہ اِس دُنیا میں آ کر ایک عمر اِس ''مسافر خانے'' میں جس کو ''دُنیا'' کہا جاتا ہے، گذارتا ہے اور پھر ایک دن اِس سے کوچ کر جاتا ہے اور اپنے سفر کو جاری رکھتے ہوئے ''برزخ'' اور ''آخرت'' میں پہنچ جاتا ہے۔

یہ سفر سب کے لئے ہے، یہ سفر حتمی ہے اور دُنیا ایک عارضی گذرگاہ ہے نہ کہ مستقل رہنے کی جگہ!

امام علی علیہ السلام نے فرمایا: یہ موضوع (مرگ) نہ تم سے شروع ہُوا اور نہ تم پر ختم ہو جائے گا ۔تمہارے ساتھ رہنے والے حالت سفر میں ہے۔ یہی راستہ اور سفر تمھیں بھی در پیش ہوگا (۱)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں: موت کی جانب جلدی کرو کسی کو اس سے مفر نہیں ہے تم سے پہلے لوگ جا چکے ہیں، تمھارے پیچھے قیامت ہے جو تمھیں آگے بڑھا رہی ہے۔

۱۔نہج البلاغہ حکمت ۳۵۷: انّ هذا الامر ليس كلم بَدأ و لا اليكم انتهى...

(اپنے بُرے اعمال کا) وزن کم کرلوتا کہ قافلہ سے ملحق ہو جاؤ، بیشک آگے جانے والے پیچھے والوں کے انتظار میں ہیں (۱)

ایک اور موقعہ پر میں، موت کو سفر اور اہل دُنیا کو مسافر شمار کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **انّمامثلکم و مثلھا کسفر سلکوا سبیلا....(۲)**

تمھاری اور دنیا کی مثال ایسے ہے جیسے سفر کا آغاز ہے اور سمجھتے ہو کہ منزل پر پہنچ گئے ہو، قصد سفر کو تکمیل سمجھ رہے ہو گویا کہ منزل آسان ہے۔

موت، ایک ایسے سفر کا آغاز ہے جس میں واپسی نہیں ہے۔ مسافر کو ایسے سفر کے لئے پوری تیاری کرنا ضروری ہے اور سامان سفر بھی مکمل طرح آمادہ کرلے، کسی چیز کی کمی نہ رہ جائے کہ اس سفر میں واپسی نہیں ہے۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے ایک طولانی خط، اپنے فرزند امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے فرمایا : تم اپنے سامنے ایک پُر مشقت راستہ رکھتے ہو جو طولانی ہے، راستے کے جملہ لوازم، آمادگی اور کوشش تلاش، بہت ضروری ہے. اس لئے لازمی ہے اُس کے لئے توشہ ساتھ رکھو اور وزن کم رکھو تا کہ راستہ طے کرنے میں آسانی رہے۔ راہ پُر پیچ، کٹھن اور گذرگاہیں خطرناک ہیں لہذا اتنا بوجھ لادو جو بہ آسانی سفر میں لے جا سکو، آخری منزل بہشت یا جہنم ہے، پس آخرت تک جانے سے

ا۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۶۷: بادروا امر العامّۃ و الخاصّۃ احدکم و ھو الموت...

۲۔ نیز، خطبہ ۹۹

پہلے، حسب ضرورت ہر شئے لےلواور اپنی ابدی منزل کیلئے آمادہ رہو، اور زادراہ بناؤ کیونکہ جب چل پڑے تو پھر دوبارہ واپس نہیں آؤ گے! (۱)

جب کوئی موت کے سفر کے بارے میں مکمل طور پر معلومات حاصل کرلے گا، تو ضرور اُس کیلئے آمادہ ہوجائے گا ۔آخرت کے سفر کیلئے جو آمادگی اور توشہ ہے وہ ''اعمال صالح''، نیکیوں کا اکٹھا کرنا اور اطاعت کے لئے سرِ تسلیم جھکا دینا ہے.

امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا''**من تذکرّ بعُد السفر استعدّ**'' (۲) جو (آخرت) طول سفر پر یقین رکھتا ہو، وہ خود کو تمام سامان سے لیس کرلے گا۔

آپؑ نے فرمایا: دُنیا کے امکانات ووسائل سے سفرِ آخرت کے لئے اپنا سامان حاصل کرلو(۳) جو دنیا کو اس زاویہ سے دیکھے گا وہ انسان دُنیا میں دل نہیں لگائے گا اور اس دُشوار وحتمی سفر کے لئے سامان تیار کرے گا۔

اخوان ثالث کے بقول: آؤ راستے کا توشہ لےلو، اس راستے پر چل پڑیں جس میں واپسی نہیں ہے۔

امام علی علیہ السلام اس سفر کے بارے میں ہمیشہ غور وفکر کرتے رہے جب آپؑ اُس کی دُشواریوں کو یاد کرتے تو آہ سرد کے ساتھ گریہ فرماتے '' آہ من قلّة

۱۔مراسلہ۳۱: و اعلم انّ امامک طریقاً ذامسافة بعیدة و مشقّة شدیدة ...

۲۔نیز، حکمت ۲۸۰۔

۳۔نہج البلاغہ، خطبہ ۲۲۳

الزاد و طول الطريق و بعد السفر!''[۱]

آہ ! توشہ کم ہےاورراہ طولانی ہے،لمبا سفر درپیش ہے۔

وہ چیز جوانسان کواس سفرطولانی میں، پریشانی سے بچاتی ہے، گناہوں کی کمی ہےاور جو چیزتوشہ میں اضافہ کرتا ہےوہ اطاعت اورعمل صالح ہے ۔ مسافر جو خالی ہاتھ ہو،وہ راستہ میں رہ جاتا ہےاورمقصد تک نہیں پہنچتا۔

۱۔نیز،حکمت ۷۷۔

موت کا حتمی ہونا

گرگ اجل یکا یک از این گلّہ می برد　　این گلّہ را ببین چہ آسودہ می چرد

یہ جو کہا گیا ہے'' قطعی طور پر موت سب کے لئے ہے '' یہ ابدی حقیقت ہے جس سے کسی کو فرار ممکن نہیں ہے۔

مگر غافل انسان، یہ سوچتا ہے کہ موت اُس کے لئے نہیں ہے اور وہ اِس دُنیا میں ہمیشہ رہے گا. یہ تصور غلط ہے یہ غفلت اور غرور بہت سے گناہوں کا سبب بن جاتا ہے جو موت اور برزخ کی تیاری کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

قرآن کریم کا فرمان'' کلّ نفس ذائقة الموت''(۱) موت کو سب کیلئے حتمی قرار دیتا ہے تا کہ انسان موت کی غفلت سے بیدار ہو جائے۔ خداوند کا مقرّب یا بلند ترین انسان ہو یا مقتدر حاکم، سب کو ایک دن موت کا ذائقہ چکھنا پڑے گا۔ یہ سنت الٰہی تبدیل ہونے والی نہیں اور پیغمبرؐ بھی اس سے مستثنٰی نہیں ہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے'' حضرت سلیمان علیہ السلام جیسے پیغمبر اور عظیم الشان

۱۔ آل عمران، ۱۸۵۔ انبیاء، ۳۵۔ عنکبوت، ۵۷۔

حکومت کے حاکم جن کی سلطنت انسان وجنّ ،حیوانات وپرندگان پرتھی.اوراُن کا اقتدار بہت عظیم اور پھیلاہُوا تھا‘‘فرماتے ہیں:

’’فلو اَنَّ اَحداً یجدُ اِلیَ البقاء سلّماً اَو لدَفعِ المَوت سَبیلاً، لَکانَ ذلکَ سلیمان بنُ داؤدَعلیه السلام...‘‘(۱)

اگرکسی کے لئے جاودانہ زندگی ممکن ہوتی یا موت کودُوررکھ سکتے توبیشک وہ سلیمان بن داوَدعلیہ السلام تھے جوجنّ وانس پرسلطنت کرتے تھےمنصب نبوت کے ساتھ قرب خداوندبھی رکھتے تھےمگر جب اجل پہنچی اورمدت حیات ختم ہوئی تووہ موت کے تیروں کا کونشانہ بن گئے اوردُنیاسے کوچ کیااوردوسرے اُن کے وارث قرارپائے۔۔۔

امام علی علیہ السلام نے بہت سے مقامات پرموت کو،آمادہ تیروکمان سے تشبیہ دی ہےاورانسان کواِس تیر کا نشانہ بنایا جاتا ہے،جوکمان مرگ سے چلایا جاتا ہے اورکبھی خطانہیں کرتا۔

آپؑ نے ایک اورجگہ پرفرمایا’’**اِنّما المرء ُفی الدّنیا غَرَض تنتضل فیه المنایا و نهب تبادره المصائب**‘‘(۲)

انسان،دُنیامیں موت کے تیروں کا نشانہ ہےجوبہرحال اسے شکارکرلیتے ہیں

۱۔نہج البلاغہ،خطبہ۱۸۲۔

۲۔نیز،حکمت ۱۹۱۔

اور دُنیا وہ ثروت ہے جو مصیبتیں لاتی ہے

ایک اور جگہ آپؑ نے فرمایا: جان لو، موت تمھاری تاک میں ہے اور گویا تم اُس کے چنگل میں پھنسے ہوئے ہو اور اُس نے اپنے پنجے تمھاری جان میں گاڑے ہوئے ہیں اور دُنیا کی گہما گہمی، کمر توڑ بلاؤں نے موت سے غافل بنا رکھا ہے (۱)

امیر المومنین علیہ السلام ایک جگہ اس تعبیر میں فرماتے ہیں:

" انّما اَهلُها فيها اغراض مستهدفة، ترميهم بسهامها وتفنيهم بحمامها" (۲)

اہل دُنیا، ہمیشہ بلاؤں کے تیروں کے نشانہ پر ہیں۔ دُنیا اُن کو اپنے تیروں کا ہدف بناتی ہے اور اُن پر موت طاری کر کے انھیں اچک لیتی ہے۔ جب مستقبل میں یہ حتمی طور پر ہونا ہے تو پھر کیوں دُنیا سے دل لگایا ہُوا ہے اور آخرت سے غفلت کیوں؟

دل ای رفیق، دراین کاروانسرای مبند

که خانه ساختن، آئین کاروانی نیست

امام علی علیہ السلام سب کیلئے حتمی موت آنے سے متعلق فرماتے ہیں:

"فما يَنجُو من الموت من خافَهُ، وَلا يُعطَى البقاءَ مَن اَحَبَّهُ" (۳)

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۲۰۴: واعلموا انّ ملا حظ المنية نحو كم دانية...

۲۔ نیز، خطبہ ۲۲۶. ۳۔ نیز، خطبہ ۳۸

جو موت سے خائف ہے اس کیلئے بچنے کا کوئی امکان نہیں اور بقا کے طلبگار بھی اس دُنیا میں نہیں رہیں گے۔

نہ تو خوف اور نہ موت سے غفلت حیات دائمی بخشے گی۔ فارسی ضرب المثل کے مطابق: این شتری است کہ در خانۂ ہمہ می خوابد!

قرآن کریم عجیب چونکا دینے والی تعبیر بیان کرتا ہے، ارشاد ہوتا ہے : کہیں بھی ہو، موت تمہارے سُراغ میں آئے گی، اگر چہ تمھارا بسیرا مضبوط قلعوں اور محکم پناہ گاہوں میں کیوں نہ ہو (۱)

یہی حقیقت، کلام علوی میں اس طرح پیش کی گئی ہے "**بادرُوا الموت الّذی اِن ھَرَبتُم مِنهُ اَدرَکَکُم ،و اِن اَقَمتُم اَخذَکُم ، و اِن نَسیتمُوہ ذَکَرَ کُم**"(۲)

موت کی جانب جلدی کرو اگر اس سے فرار کرو گے، وہ تمھیں پالے گی، اگر اپنی جگہ رہو گے، تمھیں پکڑ لے گی، اگر اِسے بھول جاؤ گے، وہ تمھیں نہ بھولے گی۔

آپؑ نے ایک جگہ پر یوں فرمایا: **اِنّ الموت طالب حثیث ،لا یفوته المقیمُ و لا یعجِزُہ الھارِب**(۳)

۱۔ نساء، آیہ ۷۸ "اینما تکونوا یدرککم الموت و لو کنتم فی بُروج مُشیّدة"

۲۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۳۲

۳۔ نیز، حکمت ۲۰۳

موت بہت تیزی سے طلب کرنے والی ہے ۔فرصت نہیں دیتی اور نہ اپنے پنجوں سے نکلنے دیتی ہے اور نہ یہ کہ فرار کرے، اُس کو ناتوان بنادے۔

جب یہ طے ہے کہ یہ حقیقت حتمی ہے اور اہمیت والا مسئلہ ہے اور آئندہ اس میں کوئی ترمیم ہونے والی نہیں تو پھر بڑے غور وفکر کی ضرورت ہے تاکہ اس کے لئے ضروری تیاری کی جائے۔آنحضرؐت نے صورت ''بادروا'' (جلدی کرو) میں جونکتہ بیان کیا ہے ، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ موت کی جانب لپکیں بلکہ اپنے آپکو ہوشیار رکھیں، غافل نہ ہوجائیں اور خود کو موت کے لئے ہر طرح سے آمادہ رکھیں کہ ایک دن وہ آئے گی، جلدی یا دیر، سے آئے گی اس سنجیدہ ترین موضوع کو ہنسی مذاق میں نہ ٹال دیں کیونکہ موت سے مذاق ممکن نہیں ہے! جو بھی موت سے مسخرہ پن کرے گا، موت اُس کو سنجیدگی سے پکڑلے گی۔

مرگ نا گہانی

موت کی خصوصیات میں سے ہے کہ وہ ''اچانک'' آتی ہے۔ پہلے خبردار نہیں کرتی ہے اوراس بات کی کوئی ضمانت نہیں ہے کہ ہم آئندہ سال، اور مہینے، کل، یہاں تک کہ ایک گھنٹہ بھی... زندہ رہیں گے، اس بنا پر انسان ہمیشہ تیار رہے۔ اپنے کاموں کی اصلاح کرے اور حساب درست رکھے اور اس خیال میں نہ رہے کہ ابھی وقت ہے۔

چند گوئی کہ بہ پیری رسم وتوبہ کنم؟

چہ کنی گر یہ جوانی بہ لحد در مانی؟

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان مستقبل کے لئے آئندہ تمنائیں اور آرزوئیں رکھتا ہے اوران کے لئے پروگرام ومنصوبے بناتا ہے لیکن اچانک موت کا طوفان اُس کی جانب آجاتا ہے اور تمام چیزوں کو درہم برہم کرجاتا ہے۔

نہج البلاغہ کے خطبوں میں حضرت علی علیہ السلام، گذشتہ لوگوں سے عبرت پکڑنے کی خاطر اشارہ فرماتے ہیں اور موت کو لذتوں کو درہم برہم کرنے اور

آرزوؤں کوقطع کرنے کے بارے میں فرماتے ہیں:

’’او لستم ترون اهل الدنیا یصبحون و یمسون علی احوال شتّی: فمیّتٌ یبکی و آخر یعزّی...‘‘(۱)

کیااہل دنیانہیں دیکھتے کہ روز وشب کے گذرنے سے حالات کس طرح بدل جاتے ہیں؟ایک مرجاتا ہےاوراُس پرآنسو بہائے جاتے ہیں اُسکے پسماندگان سے اظہارافسوس کرتے ہیں.ایک بستر بیماری پر ہےاوردوسرے اُس کی عیادت کرتے ہیں ۔ایک حالت احتضار میں ہےتو دوسرادُنیا کےحصول کی تلاش میں ہے۔ جبکہ موت اُس کےتعاقب میں ہے،کوئی غفلت میں ہےلیکن اُسے بھلایا نہیں گیا۔آنے والے بھی گذرجانے والوں کے پیچھے چلتے ہیں۔لذتوں کودرہم برہم کرنے وشہوتوں کوختم کرنے والی،اورآرزوؤں کوتوڑنے ۔۔۔۔والی موت کوہمیشہ یادرکھو۔

ایسا بھی ہوتا ہے کہ شادی اورخوشیوں کی تیاریوں میں لوگ مصروف ہیں لیکن اچانک موت کا پیغام پہنچ جاتا ہےاوراس گروہ میں سے کسی کواپنے ساتھ لے جاتا ہے۔ اورخوشیاں عزاء میں تبدیل ہوجاتی ہیں ۔بہت سے پروگرام ایک مرگِ ناگہانی سے بکھرجاتے ہیں خوشی کی اطلاع کے منتظرموت کی خبرسن کرحیران و

۱۔نہج البلاغہ،خطبہ۹۹

ششدرره جاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کوئی نہیں جانتا، کہاں اور کس طرح دُنیا سے رخصت ہو جائے گا؟

حضرت علی علیہ السلام نے ایسے ہی منظر کو بیان فرمایا ہے: زمین، کتنے ہی خوش شکل عزیزوں کو نگل چکی ہے جو لذیذ غذائیں پسند کرتے تھے، ناز و نعم میں زندگی بسر کرتے تھے، خوشی و مسّرت کی زندگی گذارانا اور رنج و غم سے دور رہنا چاہتے تھے۔ مختلف سرگرمیوں کے ساتھ اپنے عیش کو ختم نہ کریں۔ دُنیا والے اُن کی وجہ سے مسکراتے تھے اور وہ دُنیا سے خوش تھے ۔ خوشیوں کے باعث غفلت میں پڑے تھے کہ اچانک حالات نے پلٹا کھایا اور آفتوں اور مشکلات نے ڈیرہ ڈال کر سب کچھ درہم برہم کر دیا اور موت نے وہاں ڈیرہ ڈال دیا(۱)

''حیرت ہے ایسے لوگوں پر جو آئندہ سے بے خبر ہیں۔ خوشیوں میں مست اور دولت و منصب پر مغرور کہ ''اچانک صدائیں بلند ہوئیں: صاحب مر گیا!''

عبرت حاصل کرنے اور خواب غفلت سے بیداری کے لئے نا گہانی موت بہت بڑا درس ہے کہ ہر ذی نفس کوچ کے لئے آمادہ اور تیار رہے اور تربیتی عمل ہے البتہ یہ اُن کیلئے ہے جن کے دل کی آنکھیں بینا ہوں ۔ ہم حضرت علی علیہ السلام

۱۔ نیز، خطبہ۲۲۱: فکم اکلت الارض من عزیز جسد و انیق لون....

کے کلام میں دیکھتے ہیں:

"فکان قد اتاکم بغتۃً فاسکت نجیّکم و فرّق ندیّکم و عفّی آثارکم و عطّل دیارکم و بعث و رّاثکم یقتسمون تراثکم..."(۱)

گویا ، اچانک موت کا حملہ تم پر ہوا جس نے تمھاری گفتگو کو خاموش کردیا اور تمھاری جمعیت منتشر ہوگئی، تمھارے آثار بھی باقی نہ رہے، گھر اُجڑ گیا، میراث حاصل کرنے والے اُٹھ کھڑے ہوئے تا کہ آپس میں تقسیم کرلیں۔

قریبی رشتہ دار اور گہرے دوست کچھ نہیں کرسکتے وہ سب موت کے آگے بے بس ہیں لہذا اچھی طرح ذہین نشین کرلو کہ موت اچانک آتی ہے، اِس سے غافل نہ رہو۔

حضرت علی علیہ السلام اپنے بیٹے امام حسنؑ کے لئے نصیحتوں میں کہتے ہیں : میرے بیٹے! موت کو ہمیشہ یادرکھو، اور اپنی کمر باندھ کر تیاری کرو. ایسا نہ ہو موت ناگہاں آجائے، تو غفلت میں تم پر قابو پالے گی(۲)

فارسی ضرب المثل میں یہ مفہوم اس طرح ہے: مرگ، خبر نمی کند۔

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۲۳۰

۲۔ نیز، نامہ یا بُنیَ! اکثر من ذکر الموت ...ولا یاَتیک بغتۃ فیبھرک...

آمادگی برائے مرگ

جس طرح انسان سیلاب، زلزلوں اور قدرتی آفات یا پھیلنے والی بیماریوں سے محفوظ رہنے کے لئے اسباب تلاش کرتا ہے تو کم سے کم نقصان ہوتا ہے۔اسی طرح موت کی یاد بھی سبب بنتی ہے کہ امواج گناہ وغفلت میں غرق نہ ہوں اور موت ہمیں حالت گناہ میں شکار نہ کر سکے یہ نہ ہو کہ ہماری موت، آغاز بدبختی و گرفتاری ہمارے لئے باعث بنے۔ وقت اور مہلت کو غفلت لاپرواہی سے نہ گذاردیں:

ای کہ پنجاہ رفت و در خوابی — مگر این پنج روزہ در یابی
خجل آن کس کہ رفت وکار نساخت — کوس رحلت زدند و بار نساخت
خواب نوشین بامداد رحیل — باز دارد پیادہ راز سبیل(۱)

امام علی علیہ السلام بندگان خدا کو تقویٰ اختیار کرنے کے بارے میں اس طرح لب کشا ہوتے ہیں: اچھے اور نیک اعمال انجام دو تا کہ موت کے استقبال کے

ا۔سعدی،گلستان۔

لئے آمادہ رہو۔ دُنیا میں آخرت کے لئے سامان فراہم کرنے کے لئے مصروف رہو، اس بارے میں آپؑ فرماتے ہیں:

"ترحلوا فقد جدّ بکم و استعدّوا للموت فقد اظلّکم و کونوا قوما صیح بھم فانتبھوا و اعلموا انّ الدنیا لیست لھم بدار فاستبدلوا" (۱)

اس دنیا سے کوچ کرنے کے لئے خود تیار رہو بجائے اس کے کہ روانہ کر دیئے جاؤ۔ آمادہ مرگ رہو کیونکہ اُس نے تم پر سایہ کیا ہُوا ہے۔ ان لوگوں کی مثل بنو جنہیں بیدار کرنے کے لئے آواز لگائی تو وہ جاگ اُٹھے، تم بھی آنکھیں کھول لو، وہ سمجھ جاؤ کہ دنیا میں سدا نہیں رہنا لہذا اپنی دنیا کو آخرت کی تیاری میں ہی صرف کرو۔

وہ جو دنیا کی بے ثباتی پر یقین رکھتے ہیں اور موت کے بعد کے مراحل کی سختیوں کو پہچانتے ہیں اور بے عملی کو آخرت کے بارے میں خسارا سمجھتے ہیں تو کوشش و تلاش کرتے ہیں کہ اس دنیا سے خالی ہاتھ نہ جائیں ۔ موت سے پہلے سرائے جاوداں کیلئے اپنے لئے وسائل راحت و آرام آگے بھیجیں (۲)

برگ عیشی بہ گور خویش فرست — کس نیارد ز پس، تو پیش فرست

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۶۴

۲۔ حصہ ,,ارز آخرتی,, اس رسالہ کا بغور مطالعہ کریں

حضرت علی علیہ السلام کے کلام میں موت کی آمادگی کیلئے اِس طرح نصیحت کی گئی ہے: تقویٰ پر کاربند اور دوستان الٰہی حرام کاموں سے دامن بچاتے ہیں، اُن کے دلوں میں خوف الٰہی طاری رہتا ہے، اِس طرح سے کہ راتوں کو وہ بیدار رہتے ہیں اور دن کو روزہ اور پیاس سے گذارتے ہیں، آخرت کے آرام کے حصول کے لئے دنیا میں رنج و غم برداشت کرتے ہیں، وہاں سیراب ہونے کیلئے یہاں کی تشنگی برداشت کرتے ہیں۔ اجل کو نزدیک دیکھتے ہیں اور اُس کی جانب تیزی سے بڑھتے ہیں اور لمبی آرزوؤں سے دُور رہتے ہیں (۱)

یہ علامتیں موت کے لئے آمادگی اور آخرت کے استقبال کی تیاریاں ہیں، کوئی دنیا سے دل نہ لگائے، اِس سے پہلے کہ اُن کو یہاں سے لے جایا جائے ، خودکو آخرت کیلئے تیار کیا جائے تو موت بھی اُن کے لئے خوشیوں اور مسرتوں والی بن جائے گی۔ اولیاء الٰہی وہ ہیں کہ اِس سے پہلے کہ اس دنیا سے اُن کے جسموں کو منتقل کر دیا جائے خود اپنی روح اور بدن کو، تعلقات دُنیا سے آزاد کر لیتے ہیں اور آخرت کے قریب ہو جاتے ہیں ۔

امام علی علیہ السلام انسان کے اصلی گھر کے بارے میں فرماتے ہیں:

و اخرجوا من الدنیا قلوبکم من قبل ان تخرج منها ابدانکم ، ففیها اختبر تم و لغیرها خلقتم (۲)

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۱۴: عباد الله ! انّ تقوی الله حمت اولیاء الله محارمه...
۲۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۲۰۳

اِس سے پہلے کہ تمھارے جسموں کو اِس دُنیا سے دوسری جگہ بھیج دیا جائے، اپنے دلوں سے دنیا کو نکال دو ، کیونکہ دُنیا آزمائش کے لئے ہے اور تمھیں دوسری دُنیا کے لئے خلق کیا گیا ہے۔

یہی حقیقت وحکمت بصورت " موتوا قبل ان تموتوا " میں بیان کی جا چکی ہے یعنی موت سے پہلے مرجاؤ ! یہ موت اختیاری ہے یعنی دُنیا کی وابستگی سے آزاد ہو جاؤ۔

کلمات امام علی علیہ السلام میں ایسے نکات کثرت سے موجود ہیں کہ اولیاء خدا، بہشت کی نعمتوں سے لذّت حاصل کرنے کے لئے، دُنیا سے رہائی پانے کیلئے بیتاب اور اُس بہشت میں پہنچنے کے اُمیدوار ہیں ۔جہنم اور عذاب آخرت کے پہچاننے کے سبب گناہوں کو ترک کرتے ہیں اور اپنے اعمال نامہ کو گناہوں سے پاک وصاف رکھتے ہیں اور ہر لمحہ دُنیا سے دل کو دُور اور آخرت کے کوچ کیلئے تیار رہتے ہیں۔

امام علی علیہ السلام کے ایک خطبہ میں آیا ہے: اگر دل کی آنکھوں سے بہشت کی نعمتیں اور خصوصیات دیکھ لو، تو روح دُنیا کے جلووں اور اس کی رعنائیوں سے دُور ہو جائے گی اور بس جنت کے درختوں، رنگارنگ پھلوں اور اس کے لذیذ کھانوں اور نعمتوں کے خوان ومحلوں اور بہشتی شراب پر ہوگی، اور اُس وقت شوق پرواز

اُس سرائے جاوداں کے لئے ہوگا۔خواہش اور تمنا کروگے کہ جلد از جلد دنیا سے چھٹکارا حاصل کرکے، ابدی نعمتوں والے مقام پر پہنچ جاؤں۔۔۔(۱)

اسی موضوع کو''خطبہ متّقین''میں بھی بیان کیا ہے۔وہاں پر کہا ہے: اگر موت و اجل، جو اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے مقرر کر رکھی ہے نہ ہوتی، تو ایک لحظہ بھی اُن کی روحوں اُن کے پیکر میں قرار حاصل نہ کرتیں اور شوق ثواب اور عقاب کے خوف سے اُسی وقت بدن سے پرواز کرجاتیں(۲)

آپؑ نے یہ بھی فرمایا:

''فمن عمل فی ایام امله قبل حضور اجله فقد نفعه عمله''(۳)

اگر کوئی اپنی آرزوؤں کے ہجوم میں موت اور سفر کا سامان تیار کرلے تو یہ عمل اُس کے لئے سودمند ہے۔

آپؑ کے کلام میں یہ بھی ہے:**''فارتد لنفسک قبل نزولک و وطیء المنزل قبل حلولک ،فلیس بعد الموت مستعتب ولا الی الدنیا منصرف''**(۴)

۱۔نیز،خطبہ۱۶۵:فلور میت ببصر قلبک نحو ما یو صف لک منها لعزفت نفسک عن بدائع ما اُخرج الی الدنیا من شهواتها و لذاتها...

۲۔نهج البلاغه ،خطبه ۱۹۳ : لولا الاجل الذی کتب الله لهم لم تستقر ارواحهم فی اجسادهم طرفة عین...

۳۔نیز،خطبہ۲۸ ۴۔نیز،مراسلہ۳۱

آخرت سے پہلے، اپنے لئے وسائل آمادہ کرلو۔ خانہ آخرت میں داخل ہونے سے پہلے ، اپنی جگہ بنالو، کیونکہ موت کے بعد ،کوئی عذر قبول نہ کیا جائے گا اور دُنیا کی جانب پلٹنے کا کوئی راستہ نہ ہوگا۔

مرگ رابرخود گوارا کن درایام حیات
دربہاران بگذران فصل خزان خویش را (۱)

ا۔صائب تبریزی

موت، مہلت کا خاتمہ

دُنیا میں ہماری مدت اتنی ہی ہے جیسے ایک کھیل کود کے میدان یا امتحانی ہال میں ہونا۔ جب پرچہ حل کر لیا یا کھیل کا وقت ختم ہو گیا اور گھنٹی بج گئی، اِس کے بعد کچھ نہیں ہو سکتا۔ جو کچھ کرنا تھا وہ وقت کے ختم ہونے سے پہلے کرنا تھا۔ مقررہ وقت کے بعد گول کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

موت کا پہنچ جانا ایسے ہی ہے جیسے کہ کھیل کے خاتمے کی گھنٹی بجائی جاتی ہے، بہت سے لوگ موت سر پر آ جانے سے جاگتے ہیں کہ پوری مدتِ حیات ضائع کر دی اور زندگی کے کھیل میں ہار چکے ہیں۔ آخری لمحات میں اس حسرت نے گھیر لیا کہ ''فرصتِ عمل'' کو بیہودہ ضائع کر دیا ہے۔

امام علی علیہ السلام نے فرمایا: سب سے زیادہ نقصان اُٹھانے والے افراد وہ ہیں جنہوں نے اپنی عمر کو طلب مال و دولت میں صرف کیا اُن کا جسم فرسودہ ہوتا گیا۔ اُن کے مقدر میں خواہشات کا پورا ہونا نہ تھا، لہذا حسرت و نا اُمیدی سے

اِس دنیا سے چلے گئے اور گناہوں کے بوجھ تلے آخرت میں وارد ہوئے۔

"...فخرج من الدنیا بحسرته و قدم علی الآخرة بتبعة "(۱)

یہ حسرت ویاس اُن کے لئے ہے جس نے آخرت کے لئے نیک اعمال انجام نہیں دیئے اور موت کا لمحہ آ پہنچا، مہلت ختم ہوگئی، واپسی کا راستہ مسدود ہو چکا تھا امیر المؤمنین علی علیہ السلام ایک اور جگہ ایسے لوگوں کی حسرت وناکامی پر بیان فرماتے ہیں، جو موت کی گھڑی آنے پر متوجہ ہوتے ہیں کہ زندگی بھر جو کچھ کمایا وہ سب فضول، ان کا مال دوسروں کو مل گیا۔ وہ حسرت سے دیکھتے رہ گئے۔ زبان پر تالے پڑ گئے اور کچھ کہنے کی بھی صلاحیت ختم ہوگئی ۔عزیز واقارب نے قبرستان پہنچا دیا اور پھر واپس پلٹ گئے، وہ جانے والا محض اپنے اعمال کے ساتھ رخصت ہوگیا(۲)

وہ چیزیں جو انسان کے عمل کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہیں وہ روزمرہ کے مسائل اور حوادث ہیں۔ کبھی بیماری وفقر اور پیری اور آخر میں مرگ ہے۔

روایات میں بہت ذکر ہُوا ہے کہ موت سے پہلے زندگی کی قدر کریں اور فرصت کے اوقات ضائع نہ کریں۔ حضرت علی علیہ السلام نے بار بار تاکید فرمائی ہے : جو فرصت ملی ہے اس کے خاتمہ سے پہلے عمل اور عبادت میں مصروف رہو

۱۔ نہج البلاغہ، حکمت ۴۳۰

۲۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۰۹: والمرء قد غلقت رهونه بها فهو یعضّ علی یده ندامة..

جب تک سانسیں ہیں بندگی کرو، وقت گذرنے سے پہلے توبہ کرلو اور جسم کے فرسودہ ہونے، قبر کی تنگی وفشار، قیامت کے شدید مراحل وسختی کے مراحل سے پہلے جتنا ممکن ہو عمل صالح کرلو (۱)

نا معلوم کتنے ایسے لوگ ہیں کہ جب موت سامنے آتی ہے تب بصیرت کی آنکھ کھلتی ہے اور ہوش آتا ہے، زندگی کیا آزمائش تھی اور موت کے بعد کتنے مراحل ہیں مگر اب بہت دیر ہو چکی ہے، کیا فائدہ؟

تا توانستم ندانستم چہ سود چون کہ دانستم، توانستن نبود

اِس وجہ سے آنحضرتؐ نے مکرر فرمایا: کوچ نزدیک ہے، آخرت سامنے ہے، فرصت ختم ہونے والی ہے، عمر محدود ہے، مرگ خاتمہ عمل ہے، بیدار ہو جاؤ، الارم بج چکا ہے، عمر ختم ہونے والی ہے مگر پھر بھی خواب غفلت میں مبتلا آنکھیں نہیں کھولتے۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

"من قصّر فی ایّام امله قبل حضور اجله فقد خسر عمله وضرّه اجله"(۲)

جو آرزوؤں اور تمنّاؤں کے دنوں میں موت سے غافل رہتے ہوئے عمل میں کوتاہی کرے، بڑا نقصان برداشت کرنے والا ہے اور اُس کی موت اُس کیلئے

۱۔نیز،خطبہ۱۹۰: و بادروا الموت و غمراته... و خطبه ۱۹۶: الآن فاعملوا والألسن مطلقه...وخطبہ۲۳۰: فاعملوا و العمل یرفع...

۲۔نہج البلاغہ،خطبہ۲۸

گھاٹے کا سودا ہے. مبارک اُن کے لئے جو عمر کو محدود جانتے ہیں فرصت جانے سے پہلے مناسب عمل کیلئے حاضر رہتے ہیں۔

ای تہی دست رفتہ در بازار ترسمت پر نیاوری دستار

حالت احتضار (سکرات)

در رفتن جان از بدن، گویند ہر نوعی سخن

من خود بہ چشم خویشتن دیدم کہ جانم می رود (۱)

انسانی عمر کے دُشوار لمحات وہ ہیں جب وہ اپنے اہل وعیال رشتہ داروں، گھر اور مال ومتاع سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو رہا ہوتا ہے موت پہنچ جاتی ہے نہ طبیب کسی کام کا ہے اور نہ ہی بیوی بچے یا مال ومنصب، اب سب کچھ چھوڑ کر رخصت ہونا ہے اور یہ مرحلہ دنیا دار انسان کے لئے سخت ترین ہوتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام ” سکرات موت “ کی منظر کشی کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”اجتمعت علیھم سکرة الموت و حسرة الفوت...“(۲)

دُنیا پرست کے لئے یہ آخری لمحات بہت کرب کے ہیں دنیا ہاتھ سے نکل رہی ہے جان کنی کا وقت ہے، جسم بے حس ہوتا جا رہا ہے۔ رنگ اُڑ جاتا ہے اور آہستہ آہستہ موت اُن میں نفوذ کرتی ہے اور تمام بدن کو پکڑ لیتی ہے، زبان بات

۱۔ سعدی

۲۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۰۹

کرنے سے عاجز ہوگئی، رشتہ داروں کے درمیان بستر پر پڑے ہوئے آنکھیں بند ہوتی ہیں اور کان سن رہے ہوتے ہیں۔

ہوش وحواس کام کرر ہے ہیں اور محض یہ فکر دامن گیر ہے کہ زندگی کیسے گذار دی اور اپنے مال ومتاع کے بارے میں سوچتے ہیں کہ خون دل کرکے اِس کو حلال یا حرام کسی بھی طرح اکٹھا کیا ، اب اِس سب کو چھوڑ کر جا رہے ہیں لیکن گناہ اور اُس کے عواقب کو اپنی پشت پر لاد کر لے جا رہے ہیں لیکن وارث ترکہ سے عیش کرتے ہیں لیکن جواب ان کو دینا پڑے گا اُس کی لذت وارثوں کے لئے ہے اور اس کا حساب کتاب اُس کی دوش پر ہے ۔ ہنگام مرگ، ندامت کی انگلیاں اُس کے دانتوں میں ہوتی ہیں کیونکہ ہر چیز واضح ہو جاتی ہے۔۔۔ اس وقت آرزو کرتے ہیں کہ اے کاش ! اپنی عمر کو اِس طرح نہ گذارتے، تدریجی طور پر موت اُن کے بدن میں بیشتر نفوذ کرتی ہے اور آہستہ آہستہ زبان اور کان کام کرنا بند کر جاتے ہیں لیکن اُس کی نگاہیں اطراف میں کھڑے ہوؤں پر گردش کرتی ہیں ، وہ دیکھتا ہے کہ سب بول رہے ہیں لیکن سمجھ نہیں سکتا کیا بول رہے ہیں ، آہستہ آہستہ آنکھیں بھی دیکھنا بند کر دیتی ہیں اور روح اُس کے بدن سے جدا ہو جاتی ہے اور اُس کا بے جان پیکر اس کے خاندان کے درمیان ہوتا ہے۔آہستہ آہستہ اُسکے پاس رُکنے سے وحشت شروع ہو جاتی ہے اور پھر اُس

سے دُور ہو جاتے ہیں. اس کے بعد وہ نہ ، رونے والے کو تسلی دے سکتا ہے نہ بلانے والے کو جواب دے سکتا ہے، اس کے بعد اُس کو قبرستان لے جا کر، زمین کے سپرد کر دیتے ہیں اور اُس کو اس کے اعمال کے ساتھ تنہا چھوڑ کر، واپس پلٹ آتے ہیں۔

زندگی کی یہ آخری سانسیں، بہت وحشتناک ہیں، جو جان دے رہا ہوتا ہے اُس میں طاقت نہیں ہے کہ ان اوقات کی ہمارے لئے شرح بیان کرے اور ہم موت کے بعد کے حالات سے بے خبر رہتے ہیں۔

امام علی علیہ السلام اس بارے میں فرماتے ہیں:

"فانّکم لو عاینتم ما قد عاین من مات منکم لجزعتم و وھلتم و سمعتم و اطعتم"(۱)

جو کچھ تمھارے مردے دیکھتے ہیں تم بھی دیکھو، تو بے تاب ہو جاؤ گے اور ڈرنے لگو گے، فرمان حق کو سنو گے اور اطاعت کرو گے۔

من گنگ خوابدیدہ و عالم تمام کر — من عاجزم ز گفتن و خلق از شنیدنش

کون سی زبان سے ان حالات کو بیان کیا جائے؟ موت کے وقت، انسان تمام وعدوں کی حقانیت سمجھ لیتا ہے، جن کو وہ ہنسی مذاق سمجھتا تھا۔

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۲۰

جن کے بارے میں بے فکر تھا، اَب احساس خطر پا رہا ہے ۔ امیرالمومنین علی علیہ السلام ان حالات میں غافلوں کی حسرت کے بارے میں اس طرح فرماتے ہیں:

اُنھیں کتنا ہی متنبہ کرو، خوف خدا دلاؤ، وہ نہیں ڈرتے ۔ جتنی بھی نصیحت کرو وہ قبول نہیں کرتے ۔ دُنیا میں حالانکہ وہ لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ اُن کے لئے پس و پیش کا کوئی راستہ نہیں ہے، موت کے پنجوں میں اسیر ہیں ، اس کے باوجود آنکھ نہیں کھلتی ۔ وہ دیکھتے ہیں کہ جن بلاؤں و مشکلات کے انتظار میں نہ تھے، اُن کے سر پر آچکی ہیں، دُنیا کے فراق اور جدائی کے تصور میں بھی نہ تھے، وہ لمحات بھی آ گئے ۔ جن کی اُن کو تہدید و وعید کی گئی تھی اب اس کا سامنا ہے ۔ حقیقت یہ ہے جو اُن پر گذرتی ہے، قابل بیان نہیں ہے (۱)

عزرائیل فرمان الٰہی سے قبض روح پر مامور ہے ، افراد کے سراغ میں آتا ہے اور اُن کی جان کو لے لیتا ہے، مگر کیسے ؟ وہ بند دروازوں سے داخل ہو جاتا ہے ۔ کیمرے اُس کی آمد و رفت کو محفوظ کرنے سے عاجز ہیں، جان کنی کی کیفیت میں مبتلا انسان کے اطراف سب موجود ہیں (۲) اور اُس کی آخری گھڑیوں کے شاہد ہیں لیکن وہ کچھ محسوس نہیں کر سکتے کہ مرنے والے پر کیا گذر رہی ہے اور

ا۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۰۹: لا ینزجر من اللہ بزاجر و لا یتعظ منہ بواعظ و ھو یری الماخوذین علی الغرّۃ...

۲۔ جو جان دینے کی حالت میں ہو

کیسے اس کا دم نکل رہا ہے، جسم بے جان و بے حس ہوتا جا رہا ہے، وہ عاجز ہیں کہ سمجھ سکیں کہ روح کیا شے ہے اور کیونکر جسم انسانی سے پرواز کر جاتی ہے اور اس جیسے سوالات انسان کے جہل و ضعفِ علمی کو ظاہر کرتے ہیں۔

انسان ایسے موقع پر کتنا کمزور اور ناتواں ہے اور خداوند عالم کا اقتدار و جبروت کس طرح اس کی بزرگی اور بڑائی کو ظاہر کرتا ہے، کو بیان کرتے ہوئے حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"هل تحس به اذا دخل منزلا ؟ ام هل ترا ه اذا توفّى احداً؟بل كيف يتوفّى الجنين فى بطن اُمّه؟... (۱)

جب فرشتہ مامورِ قبضِ روح، گھر میں داخل ہوتا ہے، کیا اُس کو محسوس کرتے ہو؟ یا جب وہ کسی کی جان لے رہا ہو، اُس کو دیکھتے ہو؟ بلکہ کس انداز سے شکم مادر میں جنین کی جان لے لیتا ہے؟ کیا ماں کے بدن کا کوئی حصہ کام کرنا چھوڑ دیتا ہے کہ تم کچھ اندازہ کرسکو؟

یا حکم پروردگار سے، روح جنین، دعوت عزرائیل پر لبیک کہتی ہے؟ یا عزرائیل رحم مادر میں والے نطفہ کے ساتھ موجود ہے؟

جب فرشتۂ موت پہنچ جاتا ہے سب بے بس ہو جاتے ہیں، سب چیزیں کام کرنا بند کر دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے سامنے کوئی کام نہیں کرسکتا۔

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۱۲

امام علی علیہ السلام اپنے ایک کلام میں انسان کے فنا ہونے اور دُنیا سے نہ چاہنے کے باوجود کوچ کرنے کے بارے میں فرماتے ہیں:

”و تلفت الا ستغاثة بنصرة الحفدة و الاقرباء و الاعزة والقرناء، فهل دفعت الاقارب او نفعت النواحب...“(۱)

وہ وقت آ جاتا ہے جب اولاد، عزیز واقرباء اور ہمنشینوں سے مدد طلب حاصل کرنا بے اثر ہوتا ہے ، کیا رشتہ داروں...میں یہ قوت ہے کہ مرگ کو اُس سے دُور کر دیں؟ کیا گریہ وزاری کرنے والے یہ قوت رکھتے ہیں کہ اُس کیلئے کوئی کام کریں اور اُس کو فائدہ پہنچائیں۔۔۔؟

سوائے اس کے کہ اُس کو قبرستان لے جا کر قبر کی تنگی میں تنہا لٹا دیں۔۔۔

حقیقت یہ ہے کہ آخری لحظات کس قدر دُشوار ہیں جیسے کہ غرق ہونے والا ، امواج کی لہروں پر ہاتھ پاؤں مارتا ہے اور کوئی نہیں کہ نجات دے سکے۔ یوں کہیں کہ زمین وہوا میں معلّق ہے اُس کا ہاتھ کسی ٹھہری ہوئی جگہ تک نہیں پہنچتا۔ پس وہ چاہے نہ چاہے اُسے تمام دوستوں اور رشتہ داروں کے درمیان سے لے جائیں گے۔

امیر المومنین علیہ السلام اپنے ایک خطبہ میں موت کے حالات اور مشیت الٰہی

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۸۳

کے برابر، انسان کا ضعف اس طرح بیان کرتے ہیں:

موت ایسا مرحلہ ہے جو دیکھنے والے کیلئے ناپسند ہے مگر موت کو شکست دینا کسی کے بس میں نہیں ہے کہ وہ اپنے جال میں، انسان کے ہاتھ پاؤں کو مضبوطی سے پھانس لیتی ہے اور اپنے تیر اُس کی جانب چلاتی ہے جو کبھی خطا نہیں جاتے۔

اِس کے بعد آپؑ نے اضافہ کیا:

"فیوشک ان تغشاکم دواجی ظلله واحتدام علله و حنادس غمراته و غواشی سکراته..."(۱)

کتنی سکرات کی شدت و تکلیف نے آ کر گھیر لیا، موت کا سایہ منڈلانے لگا روح کے رخصت ہونے کا وقت آ پہنچا، دُنیا سے آنکھیں بند کرنے کی تاریکی اور تلخ یادیں، تمھاری تلاش میں آ گئیں۔

وہ جو اہل آخرت ہوں گے خوشی سے جان دیں گے، آسودہ اور نیک عمل کی بنا پر مر جائیں گے لیکن دُنیا کے عاشق اور گناہوں سے آلودہ سختی سے جان دیں گے، وہ آخرت کی جانب نہیں جائیں گے بلکہ اُن کو گھسیٹ گھسیٹ کر لے جایا جائے گا بہر حال "جان" اللہ کی امانت ہے اور لازمی ہے ایک دن "اُس" کے حوالے کر دیں۔

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۲۳۰

کیا خوب اُس کی امانت واپس دینے کے لئے، ذوقِ شوق اور قلبی رغبت ہو۔

یادِمرگ

عالم کے عجائبات میں سے ایک موت ہے جو سب کے لئے ہے، دیر سے آئے یا جلدی، سب کا گلا دبائے گی، پھر بھی سب سے زیادہ غفلت اِسی موت سے ہے دینی نصیحتوں میں اس کا تذکرہ سب سے زیادہ ہے کہ موت کی یاد رہے انسان کو اگر یاد رہے کہ اسے ایک دن دارِفنا سے رخصت ہونا ہے تو مصائب پر صبر کرنا آسان ہو جائے گا اور غرور و غفلت میں کمی آجائے گی ، پھر دُنیاوی خوشیوں اور لذّتوں کے حصول میں اتنا مگن نہیں رہے گا۔ دُنیا سے جو دل بستگی ہوتی ہے دُور ہو جائے گی ۔حضرت علی علیہ السلام نے فدک کے بارے میں کہ جسے غصب کر کرلیا گیا ، کے حوالے دُنیا کی بے ثباتی اور اس سے دل نہ لگانے کے بارے میں فرمایا ہے : میں فدک یا غیر فدک کو کیا کروں؟ جبکہ حال یہ ہے کہ کل، میری سانسیں، آرام قبر میں ہے۔ قبروں کے حالات لوگوں سے پوشیدہ ہیں۔تنگی قبر میں پیکر، منوں خاک کے نیچے پڑا رہے گا (۱)

۱۔نہج البلاغہ، نامہ۴۵: و ما اصنع بفدک و غیر فدک و النفس مظانّھا فی غد جدث....

موت کی یاد انسان میں قناعت اور سادگی کے اپنانے کے احساس وجذبہ کو تقویت بخشتی ہے، حرص ولالچ اور زیادہ طلبی کو کم کرتی ہے ۔ اس بارے میں امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا '' **من اکثر من ذکر الموت رضی من الدنیا بالیسیر**'' (۱)

جو بھی موت کو زیادہ یاد کرے گا تو وہ دُنیا میں اس کے کمتر حصّہ پر راضی ہو جائے گا۔

حضرت علی علیہ السلام کی نصیحتوں میں سے ہے : موت کو یاد رکھنا درحقیقت لذت شکن اور بیدار گر ہونا ہے۔ آپؑ نے فرمایا''**اوصیکم بذکر الموت**(۲) تمھیں نصیحت کرتا ہوں موت کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھو۔

ایک اور موقع پر بے جا غفلت اور دنیا طلبی میں زیادہ مبتلا رہنے کے بارے میں موعظہ (۳) فرماتے ہیں جبکہ اس وقت آپؑ کے سراقدس پر ضربت لگ چکی تھی. اپنی اولاد اور عزیز واقربا سے فرمایا :

''**أنا بالامس صاحبکم ،و انا الیوم عبرة لکم و غدامفارقکم**''(۴)

کل میں تمھارا صاحب ورہبر تھا اور آج تمھارے لئے مایۂ عبرت ہوں اور کل تم

۱۔ نہج البلاغہ، حکمت ۳۴۹

۲۔ نیز، خطبہ ۱۸۸۔

۳۔ نیز، خطبہ ۸۴: واللہ انّی لیمنعنی من اللعب ذکر الموت.

۴۔ نیز، خطبہ ۱۴۹۔

سے جدا ہو جاؤں گا !

اس قسم کی یاد، غافل دلوں کی بیداری کیلئے موثر ہے۔آنحضرتؑ اپنے دوسرے کلام میں شہادت سے پہلے فرماتے ہیں: میں تمھارا ہمسایہ رہا، کچھ روز اپنے بدن کے ساتھ تمھارے پاس گذارے، بہت جلدی یہ دیکھو گے کہ میرا بدن بے روح ساکت اور بے حرکت اور خاموش ہے۔ یہ میرا آرام حاصل کرنا اور بے حرکت و سکون میری پلکوں کا ہونا، تمھارے لئے نصیحت آموز ہوگا۔ یہ اُن کے لئے ہے جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ یہ کیفیت عبرت حاصل کرنے والوں کے لئے جو لفظ و بیان سے زیادہ موثر ہے (۱)

موت کی یاد، انسان کو دُنیا کی محبت سے دُور اور یہاں سے جانے کیلئے آمادہ رکھتی ہے۔ یہ ایسا راستہ ہے جو لازمی طے کرنا پڑے گا، پس کیوں دُنیا سے دل لگایا جائے اور اس کی جاذبیت اور رنگینیوں میں کیوں پھنسیں؟!

امام علی علیہ السلام ،عبرت حاصل کرنے اور نصیحت آموز درس اور دلنشیں موعظہ کے سلسلے میں فرماتے ہیں :

تصور کرو کہ تم موت کے پنجوں میں ہو، آرزوؤں اور تمناؤں کے رشتے ٹوٹ چکے ہیں، موت کی سختیاں تم پر پہنچ چکی ہیں اور تمھیں قیامت کی جانب

ا۔نہج البلاغہ؛انما کنت جاراً جاور کم بدنی أيّاماً...

لے جا رہی ہیں (۱) نہ عمر ہمیشہ اور ابدی ہے نہ جسم ہمیشہ صحیح و سالم ہے اور نہ ہی آسائشِ زندگی ہمیشہ برقرار ہے نہ ہی نشاط جوانی ہمیشہ رہنے والی ہے پس ضروری ہے کہ اِن نعمتوں اور امانتوں کو اپنے ہاتھوں سے، نکل جانے کے لئے آمادہ رہو.

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"بادروا بالاعمال عمراً ناکساًاو مرضاً حاسباً او موتا خالساً" (۲)

اس سے پہلے کہ تمھاری عمر ختم ہو یا بیماری تمھیں کسی قابل نہ چھوڑے یا موت کے تیر تمھیں اپنا ہدف بنائیں اور سب کے درمیان سے تمھیں لے جائیں عمل کی جانب تیزی سے بڑھو۔

یہ تذکرہ، بیدار دلوں کے لئے سبب بنے گا کہ زندگی کے میسّر اوقات سے استفادہ کریں اور زندگی کے خاتمے سے پہلے، میدان عمل میں نیکیوں سے، اپنی آخرت کے لئے ذخیرہ جمع کرلیں۔

حضرت علی علیہ السلام کے فرمان کے مطابق **"من ارتقب الموت سارع الی الخیرات"** (۳)

جو بھی موت کا منتظر ہوگا، نیکیوں میں جلدی کرے گا۔

کیا کسی میں طاقت ہے کہ موت کے پنجوں سے خود کو آزاد رکھے ؟ کیا کوئی

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۸۵: فکان قد علقتکم مخالب المنیّة و انقطعت منکم علائق الامنیّة....

۲۔ نیز، خطبہ ۲۳۰ ۳۔ نیز، حکمت ۳۱

فقط ایک ساعت ہی اپنی موت کوٹال سکا ہے ؟ کیا کسی میں طاقت وتوانائی ہے کہ عزرائیل کو جو قبض روح کے لئے آیا ہے، واپس پلٹائے یا کھڑا رکھے اور اُس سے آج ،کل کی مہلت طلب کرے ؟ کیا وہ جو مال منصب واولاد یا دوسری دنیوی آسائشوں پر غرور وتکبر کرتے ہیں ،کیا اتنی طاقت اور اختیار رکھتے ہیں کہ موت سے چھٹکارا حاصل کرلیں ؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اولادآدم کس چیز پر فخر کرتی ہے؟ وہ پہلے حقیر نطفہ اور آخر میں بدبودار لاش ہے۔ اس کے بس میں نہیں کہ اپنی روزی فراہم کر سکے اور نہ ہی قوت ہے کہ موت کو اپنے سے دُور رکھ سکے (۱) تو پھر بھی موت، یاد نہیں، جو ہر منصوبہ اور پلان کو تہس نہس کر دیتی ہے؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

"اکثر ذکر الموت و ما بعد الموت"(۲)

موت اور موت کے بعد پیش آنے والی صورت حال کا، کثرت سے ذکر کرتے رہو۔

کیوں پریشان ہو اِس سے اور اُس سے
دوسروں کے چلے جانے سے نصیحت حاصل کرو

۱۔نہج البلاغہ،حکمت ۴۵۴

۲۔نیز،مراسلہ ۶۹

تمھارے لئے، ہم نشینوں کی موت کا موعظہ کافی ہے
تمھارے لئے ان کا فراق ہی بہت بڑا درس ہے
تمھارے باپ چلے گئے تمھیں خبر نہ ہوئی
تمھاری ماں مرگئی پھر بھی آنکھیں نہ کھلیں
بیٹے کا داغ اور ہم عمروں کی جدائی
سب کچھ تمھارے سامنے ہو گیا، تب بھی بے فکر ہو
یہ دل وجان، آہن کے تو نے سمجھے
جہنم کے علاوہ، کوئی تجھے راہ راست پر نہیں ڈال سکے گا(۱)

حضرت علی علیہ السلام ایک جنازہ کے ساتھ تھے کہ کسی کو ہنستے ہوئے دیکھا ۔ آپؑ نے فرمایا : گویا موت کو دوسروں کے لئے لکھا گیا ہے! کیا یہ مرنے والے ایسے مسافر ہیں کہ جو جلدی لوٹ آئیں گے؟ ہم اُن کو قبروں میں ڈال دیتے ہیں اور اُنکی میراث کے مالک بن جاتے ہیں اور سمجھنے لگتے ہیں اِن کے بعد ہم ہمیشہ زندہ رہیں گے! ہر نصیحت ان پر بے اثر ہو چکی ہے جب کہ ہر طرف سے بلاؤں اور آفات میں گھرے ہوئے ہیں(۲)

کندھا دے رہا ہے مگر اس کے باوجود اپنی موت سے غافل ہے اور بے توجہ

۱۔اوحدی مراغہ ای

۲۔نہج البلاغہ، حکمت ۱۲۲: ’’کانّ الموت فیھا علی غیرنا کتب...‘‘

ہے کہ ایک دن اُس کو بھی تابوت میں رکھ کر قبرستان کی جانب لے جائیں گے۔

یادموت، دل کو پرسکون بناتی ہے، سرکشی اور نافرمانی سے روکتی ہے۔

مولاعلی علیہ السلام اپنے فرزند امام حسن علیہ السلام کو نصیحت فرماتے ہیں: اپنے دل کو موعظہ سے زندہ رکھو اور زہد سے اپنے ہوائے نفس کو مارڈالو ، یقین سے اعتماد نفس اور توانائی حاصل کرو، دل کو حکمت آمیز کلام سے جلا بخشو اور موت کے تذکرے سے اُسے آرام سے رکھو۔۔۔وذللہُ بذکرالموت (۱)

جب انسان موت کو یادرکھتا ہے تو بہت سی زیبائیوں اور جھوٹی لذتوں سے پردہ اُٹھ جاتا ہے اور حقیقتوں اور سچائیوں کا ادراک ہوجاتا ہے تو پھر مقصد فراموش نہیں ہوتا۔

موت یادرکھنا یعنی اس حقیقت سے غافل نہ ہونا کیونکہ موت سامنے کی چیز ہے جو ہمیں ''دنیا'' سے ''آخرت'' میں منتقل کرتی ہے، پس اصلی جگہ ہماری یہاں نہیں ہے۔ حضرتؑ کی نصیحتیں جو اپنے فرزند سے ہیں ''و اعلم یا بنی ، انّک اِنّماخلقت للآخرۃ لاللدّنیاوللفناء لاللبقاء وللموت لاللحیاۃ'' (۲)

میرے فرزند! جان لو کہ تمھیں آخرت کے لئے خلق کیا گیا ہے نہ کہ دُنیا کیلئے۔ فناء کے لئے نہ کہ بقاء کے لئے۔ موت کے لئے نہ کہ زندہ رہنے کے لئے۔

۱۔نہج البلاغہ، مراسلہ ۳۱

۲۔نیز

مرغ باغ ملکوتم نیم ز عالم خاک

چند روزی قفسی ساخت انداز بدنم

ای خوش آن روز که پرواز کنم تا بر دوست

به هوای سر کویش پر و بالی بزنم

تذکرۂ اموات

پدر و مادر و فرزند و عزیزان رفتند

وہ چہ ما غافل و مستیم و چہ کوتہ نظریم

دم بہ دم می گذرند از نظر ما یاران

این قدر دیدہ نداریم کہ بر خود نگریم (۱)

قبرستان، شہرِ خموشاں اور بھلا جانے والوں کی بستی ہے لیکن کھلی آنکھوں اور سننے والے کانوں کے لئے نصیحت، عبرت آموز داستانیں اور مناظر رکھتا ہے۔ مرنے والوں کو ''اسیران خاک'' کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ بھی ایک دن ہماری طرح چلتے پھرتے، جیتے جاگتے انسان تھے، حرکت و نشاط و..... سے بھرپور، اب اِس دُنیا سے چلے گئے، اگر ہم دیکھیں تو یہ زبانِ خاموش سے ہمیں نصیحت کر رہے ہیں۔

۱۔ خاقانی

ہمارے لئے ضروری ہے کبھی کبھار قبرستان جائیں، مردوں کی باتیں سنیں اور اُن کو یاد کریں۔

حضرت علی علیہ السلام جنگ صفین سے واپسی پر جب کوفہ کے نزدیک پہنچے تو بیرون شہر، قبرستان سے گذرتے وقت، مردوں سے خطاب کیا :

"یا اهل الدّیار الموحشة و المحالّ المقفرة و القبور المظلمة، یا اهل التربة، یا اهل الغربة، یا اهل الوحدة، یا اهل الوحشة..."(۱)

اے وحشت زدہ گھروں میں رہنے والو! جن کے محلّے خالی اور قبریں تاریک ہیں! اے زیر خاک سونے والو، اے تنہائی والو! اے اہل وحشت جن کا کوئی ہمدم نہیں! تم ہم سے پہلے چلے گئے اور ہم تمھارے پیچھے آنے والے ہیں اور تمھارے ساتھ ضرور مل جائیں گے۔ تمھارے گھروں میں دوسروں نے سکونت اختیار کر لی تمھاری خواتین نے دوسروں سے عقد کر لئے تمھارا مال و متاع دوسروں نے آپس میں بانٹ لیا، یہ خبر ہے جو ہمارے پاس تھی، تمھارے پاس کیا خبر ہے ؟

آپؑ نے اِس کے بعد اپنا چہرۂ مقدس اصحاب کی جانب پھیرا اور فرمایا: جان لو، اگر ان کو بولنے کی اجازت مل جاتی، تو تمھیں خبر دیتے کہ بہترین زادراہ ''تقویٰ'' ہے۔

۱۔ نہج البلاغہ، حکمت ۱۳۰

یہ حقیقت ہے کہ اموات کو یاد رکھنے اور جو کچھ اُن پر گذر رہی ہے، دنیا والوں کے لئے غور و فکر اور بیدار کرنے کے لئے کافی ہے۔

یہ ایسا عالم ہے جو ہم سے پوشیدہ اور حیرت انگیز ہے۔ حضرت علی علیہ السلام ہمیں برزخ (قبر) کی خبر دیتے ہیں: وہ ایسے ہمسایے ہیں جو ایک دوسرے سے محبت نہیں کرتے۔ ایسے دوست ہیں جو ایک دوسرے کی ملاقات کو نہیں جاتے شناسائی کے رشتے اُن کے درمیان پُرانے ہو چکے ہیں ، برادری کے اسباب ٹوٹ چکے ہیں. یہ بظاہر ایک دوسرے کے ہمسایے ہیں لیکن تنہا ہیں. ایک دوسرے سے دُور ہیں، رفیق ہیں لیکن نہ رات کی صبح کی پہچان رکھتے ہیں اور نہ گذرنے والے دن کی شام کو پہچانتے ہیں(۱)

اِسی خطبے کے دوسرے حصّے میں فرمایا: عجب! حقیقت سے، یہ ملاقات کو آنے والے کتنے بے خبر ہیں اور یہ امر کس قدر دُشوار اور مرگ بار ہے! کیا اپنے آباء و اجداد کی قبروں پر ناز کرتے ہیں؟ جو ثروت مندی کے باوجود موت کے منہ میں چلے گئے؟

کیا یہ چاہتے ہیں کہ ان کے بوسیدہ اجسام واپس آ جائیں جب کہ اُن کی نبضیں

۱۔ نیز، خطبہ۲۲۱: جیران لا یتأنّسون واحبّاء لا یتزاورون . بلیت بینهم عسرا التّعارف و انقطعت منهم اسباب الاخاء، فکلّهم وحید و هم جمیع... یہ خطبہ لرزا دینے والا، انتہائی موثر ہے۔

بے حرکت ہیں؟ وہ عبرت آموز ہیں، ہر گز فخر ومباہات کے لائق نہیں ہمیں پیوند خاک ہوجانے والوں کی یاد سے نصیحت وعبرت حاصل کرنا چاہیے، جبکہ تاریکی، غفلت میں اضافہ کا سبب بنتی ہے۔

امیرالمومنین علی علیہ السلام موت کو یادرکھنے اور نصیحت حاصل کرنے سے غافل نہ ہونے کے بارے میں (مرحومین کی یاد) اشارہ فرماتے ہیں :

" فکفی و اعظا بموتی عاینتموھم ، حملوا الی قبور ھم غیر راکبین ، و انزلوا فیھاغیر نازلین ، فکأنّھم لم یکونوا للدنیا عمارا و کانّ الاخرة لم تزل لھم داراً "(۱)

ان لوگوں کا رخصت ہوجانا جوکل تک ہمارے درمیان موجود تھے نصیحت کے لئے کافی نہیں ہے؟ اُنکواُن کی قبروں تک لے جایا گیا بغیر اس کے کہ مرکب پر سوار ہوں اور قبروں میں اُتار دیا گیا، اِس سے پہلے کہ خود اس میں اُتریں۔اس طرح بھلا دیئے گئے جیسے کہ دُنیا میں موجود ہی نہ تھے۔جبکہ اُنکا ابدی گھر آخرت تھا!

قبرستان بغداد خلفاء کی موت پر روتے ہیں
ورنہ یہ آنسو کیا ہیں جو بغداد میں جاری ہیں؟

۱۔نہج البلاغہ،خطبہ۸۸

نرگس کی طرح آنکھیں کھول اور خاک میں دیکھ
کچھ خاک و گل میں رہے اور شمشاد کی مانند سر اُٹھایا
اِس اجڑی ہوئی جگہ سے لگاؤ مت رکھو
کہ اس کی اساس بے محل و بے بنیاد ہے (۱)

مرنے والوں کی یاد، روحانی بیماری کا علاج ہے، دل کو مضبوط بناتی اور زندگی عطا کرتی ہے۔ دُنیا کل دوسروں کے لئے تھی، آج ہمارے پاس ہے، ہمارے بعد دوسروں کے اختیار میں چلی جائے گی، کیا یہ مایۂ بیداری نہیں ہے؟!

حضرت علی علیہ السلام، زندہ افراد سے، مرنے والوں کی تعریف اس طرح فرماتے ہیں:

" اولستم فی مساکن من کان قبلکم اطول اعماراً و ابقی آثاراً و ابعد آمالا...''(۲)

کیا تم دنیا سے رخصت ہو جانے والوں کی بستی کو نہیں دیکھتے؟ وہ جن کی عمریں تم سے زیادہ طولانی اور اُن کے آثار مضبوط تر اور اُن کی آرزوئیں درازتر اور اُنکے بڑے کنبے اور قبیلے، اُنکی کثرت افواج، وہ دُنیا کی دھن میں مگن دُنیا اکٹھا کرتے رہے، پھر دُنیا سے کوچ کر گئے اس کے بغیر کہ اُن کا سرمایہ اُن کو مقصد

۱۔ خواجوی کرمانی
۲۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۱۱

تک پہنچائے اور اُن کا مرکب اُن کو منزل تک لے جائے

کیا تم نے سنا کہ دُنیا نے انھیں بنالیا یا انکی مدد کی ہو یا اُن کے ساتھ بہت عمدہ سلوک کیا ہو؟ بلکہ دُنیا کی سختیوں نے اُن کو ختم کرڈالا اور مصیبتوں نے اُنکو ذلیل کرڈالا اور اُن کی ناک کو زمین پر رگڑ دیا اور اُن کو ٹھوکریں لگائیں ۔ جو بھی دنیا سے دل لگا تا ہے، دُنیا اس سے بے وفائی کرتی ہے اور ہمیشہ اُس کو خوار کرتی ہے حسرت، تاریکی، ندامت وتنگ دلی کے علاوہ اُن کیلئے کچھ بھی باقی نہیں چھوڑتی.

امیرالمومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں **"عجبت لمن نسی الموت و هو یری الموتی"**(۱)

مجھے تعجب ہے! اُس پر جو روز مرنے والوں کو دیکھتا ہے مگر پھر بھی موت کو بھولا ہوا ہے!

یہ چلے جانے والے آگے والوں میں ہیں جب کہ ہم ان کے پیچھے پیچھے رواں ہیں!

وہ کیا کرتے ہیں؟ کہاں پر ہیں؟ کون سی حالت میں ہیں؟ اپنے ساتھ کیا لے کر گئے ہیں؟ شہرت، نام آوری وقدرت وشوکت کے مالک تھے اب کیسے ہیں؟ کیا ہم بھی اُن کی مثل بن جائیں گے؟

۱۔ نہج، حکمت ۱۲۶

یہ مرنے والے مسلسل ہمارے لئے کچھ سوالات چھوڑ کر جا رہے ہیں جن کے جواب کی تیاری ہمیں کرنا چاہئے ۔

گذشتگان سے عبرت

دُنیااورتاریخ،عبرت سے بھری ہوئی ہے ، جو یہاں پر تھے اب وہ نہیں ہیں ایسے لوگ جو آسائش ولذتوں کی زندگی گذار رہے تھے اوراب زیرِخاک بوسیدہ اورذہنوں سے محو ہوچکے ہیں۔

ہمارے لئے اِس میں نصیحت ہے۔دُنیا سے فریب کھانے والےاوراِس کی ثروت پردل لٹانے والے،دُنیانے اپنے پاس نہ رکھااوروہ چلے گئے اگرغوروفکر کریں،ہمارے لئے یہ سب مایۂ عبرت ہے۔

حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام آگاہ کرتے ہیں:

" لا تغرنّكم الحياة الدنيا كما غرّت من كان قبلكم من الامم الماضية والقرون الخالية..."

دُنیا کی زندگی تمھیں مغرورنہ کردے۔جیسے پہلی اُمتوں کے لوگوں کوفریب دیا ہے۔ اُنھوں نے دُنیاکوجمع کیااورغفلت میں زندگی گذاری ۔فرصتوں کوضائع کیا،اچھی باتوں کوپُرانااورفرسودہ کردیا،آخرکاراُن کاانجام یہ ہوا کہ اُن کے گھر

قبروں میں تبدیل ہو گئے اور اُن کا اموال، دوسرے کے ورثے میں چلا گیا۔ اب نہ رشتہ داروں کو پہچانتے ہیں اور گریہ کرنے والے اُنھیں فراموش کر چکے اور نہ جواب دیتے ہیں!

خود کسی بلانے والے کی آواز پر ماضی میں رہنے والوں کے واقعات سے سبق لینا انسان کے مستقبل کو روشن کر سکتا ہے۔ امام علی علیہ السلام نے دوسرے عبرت انگیز واقعات پیش کرتے ہوئے سے فرمایا:

''اما رأیتم الذین یأملون بعیداً و یبنون مشیداً و یجمعون کثیر کیف اصبحت بیوتھم قبوراً و ما جمعوا بوراًو صارت اموالھم للوارثین و ازواجھم لقوم آخرین؟ ''(۱)

کیا تم نے اُنکو نہیں دیکھا کہ آرزوئیں طولانی رکھتے تھے اور قلعہ نما محل تعمیر کئے تھے، مال کی فراوانی تھی، پھر وہی مکان قبروں میں تبدیل ہو گئے جو کچھ جمع کر رکھا تھا، تباہی کی نظر ہو گیا، مال وارثوں میں تقسیم ہو گیا اور اُن کی بیویوں نے دوسروں سے عقد کر لیا!

گذشتہ اُمتوں اور مغرور انسانوں کی تباہی اور ہلاکت کا سبب، دُنیا سے محبت اُمیدیں، آرزوئیں اور موت سے غفلت برتنا تھا اسی وجہ سے انسان یادآخرت

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۳۲

اور عمل صالح سے رُک جاتا ہے اور کوئی بھی نیک عمل اپنی قبر کے لئے نہیں بھیجتا۔

حضرت علی علیہ السلام اِس تباہی اور ہلاکت کی علت کے بارے میں فرماتے ہیں " **و انما هلک من کان قبلکم بطول آمالهم و تغیّب آجالهم ،حتی نزل بهم الموعود الذی تردّ عنه المعذرة و ترفع عنه التوبة و تحلّ معه القارعة و النقمة** "(۱)

بے شک تم سے پہلے اِس لئے ہلاک ہوئے کہ اُن کی آرزوئیں طولانی تھیں موت کو فراموش کر چکے تھے، اچانک موت نے اُن کو آن دبوچا، ایسی موت کہ جس نے کوئی عذر قبول نہ کیا، توبہ کے دروازے بند ہو چکے تھے اب حوادثِ سخت اور عذاب الٰہی اُن کے ساتھ ہے۔

دیدار تیرہ روزی نابینا

عبرت بس است مردم بینارا (۲)

کتنی کثرت سے ہیں ایسے لوگ جو عیش و نوش میں غرق اور موت و قیامت سے غافل ہیں وہ آسرا لگائے بیٹھے ہیں کہ جب فرصت ملے گی، توبہ کر لیں گے اور اپنی خرابیوں کا ازالہ کر لیں گے ۔لیکن تیغ اجل اچانک اُن کے رشتہ حیات کو کاٹ دیتی ہے اور توبہ کی مہلت ہی نصیب نہیں ہوتی اور حالت گناہ میں مرجاتے

۱۔ نیز، خطبہ ۱۴۷

۲۔ پروین اعتصامی

ہیں۔اس سے بدتر انجام کیا ہوسکتا ہے !

امیرالمومنین علی علیہ السلام نے اِس نکتہ پر بطور خاص متوجہ کیا ہے:

جان لو! تم موت کا شکار ہو، اُس کے پنجوں سے کسی طرح کا فرار ممکن نہیں، آخر کار وہ سب کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔ آگاہ رہو! کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمھیں حالت گناہ میں آکر دبوچ لے اور تم حسرت توبہ رکھتے ہوئے رخصت ہو جاؤ اور موت تمھاری توبہ کے درمیان فاصلہ پیدا کر دے!(۱)

گناہ کے تمام مناظر، موت کے بعد، نمائش کیلئے رکھ دیئے جائیں گے اور روز قیامت ''رسوائی'' کا دن بن جائے گا، اگر یہاں دوسروں کی رسوائی سے، عبرت حاصل نہ کریں۔

۱۔نہج البلاغہ، مراسلہ ۳۱: واعلم ... انّک طرید الموت الذّی لا ینجو منه هاربه...

موت کا خوف

حضرت ابوذر سے پوچھا گیا، ہم موت سے کیوں ڈرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اِسلئے کہ تم نے دُنیا کو آباد کرلیا ہے اوراب ویرانے کی جانب جارہے ہو!

کون ہوگا جو آباد اور بارونق جگہ ترک کر کے اندھیروں اور ویرانوں میں جا بسے لوگ موت سے اس لئے خوفزدہ ہیں کہ انھیں آئندہ کے بارے میں اچھی توقعات نہیں ہیں کہ ان کے ساتھ کیا سلوک ہوگا یہی وجہ ہے کہ مرنے سے گھبراتے ہیں. جس نے آخرت کے لئے عمل صالح کا ذخیرہ نہیں کیا بلکہ آگ وسختی کو آمادہ کیا ہوا ہے. موت سے ڈرتا ہے کیونکہ موت کے ساتھ ہی عذاب میں گرفتار ہوجائے گا.

امیرالمومنین علی علیہ السلام اپنے حکمت آمیز کلام میں، مخصوص عادتوں اور کاموں سے نہی فرماتے ہیں، از جملہ ”**لا تکن ممّن... .. یکره الموت لذنوبه، و یقیم علی ما یکره الموت من اجله...**“[۱]

اُن میں سے نہ ہوجانا۔۔۔اپنے بہت سے گناہوں کی بنا پر موت سے خوفزدہ

۱۔ نہج البلاغہ، حکمت ۱۵۰

ہیں، لیکن پھر بھی گناہ سے باز نہیں آتے، موت سے ڈرتے ہیں، لیکن فرصت کی گھڑیوں کو غنیمت نہیں سمجھتے (کہ توبہ واستغفار کریں)

امیر المؤمنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں: ان لوگوں کی مثال جو دنیا کے فریب میں مبتلا ہیں ایسی ہے جیسے وہ مسافر بڑے عیش و آرام کی جگہ پر مقیم تھے پھر انھیں وہاں سے کسی اجڑے دیار میں منتقل کر دیا گیا ہو۔ اُن کی نگاہوں میں یہ منتقلی، ہر چیز سے بدتر اور پہلی جگہ سے مفارقت دردناک تر ہے(۱)

اگر موت، بہشت کے باغوں میں داخلے کا دروازہ ہو، تو پھر تو یہ بہت دلپذیر اور محبوب عمل ہے اور اگر دالانِ داخلہ دوزخ بنالیا ہو، تو پھر تو یہ بہت تلخ اور ناپسند عمل ہے۔ موت کی حقیقت یہ ہے: بہشت یا جہنم۔

امام علی علیہ السلام نے فرمایا:

"وما بين احدكم و بين الجنة او النار الا الموت ان ينزل به"(۲)

تمھارے اور بہشت یا جہنم کے درمیان فاصلہ ہے جسے موت کے علاوہ طے نہیں کر سکتے۔

اِس بنا پر بہت سے مرنے سے وحشت زدہ ہیں کیونکہ جانتے ہیں کہ ان کے اعمال کا سیاہ نامہ انھیں جہنم ہی پہنچائے گا ۔ بہت سے ایسے ہیں جو موت کا استقبال کرتے ہیں، جیسے کہ علامہ اقبال نے کہا ہے:

۱۔ نہج البلاغہ، مراسلہ ۳۱: مثل من اغتربها كمثل قوم كان ابمنزل خصيب... ۲۔ نیز، خطبہ ۶۴

مرگ اگر مرداست، گونزد من آی تا در آغوشش فشارم تنگ تنگ

من از او عمری ستانم جاودان او زمن دلقی ستاند رنگ رنگ

کبھی موت کا خوف اس بات کا سبب بنتا ہے کہ دینی فرائض پر عمل کرنے سے جان چراتے ہیں لہذا ہراس عمل سے بھاگتے ہیں جس میں کسی قسم کا خطرہ لاحق ہو کیونکہ انھیں اپنی جان عزیز ہے۔ البتہ حفظ جان لازم ہے، لیکن دینی ذمہ داری کو پورا کرنا لازم تر ہے، امام علی علیہ السلام اِس سے متعلق فرماتے ہیں:

"ان الامر بالمعروف و نهی عن المنكر لا يقربان من اجل ولا ينقصان من رزق"(۱)

امر بالمعروف ونہی عن المنکر ، نہ موت کو کسی کے نزدیک کرتا ہے اور نہ رزق و روزی میں کمی آنے دیتا ہے۔ اگر حساب پاک ہے، تو محاسبہ سے کیا باک ہے؟ جس نے عمر کو پاک وصاف گذارا ہے تو پھر موت کا کیا خوف و ہراس ؟ اگر کوئی موت سے ڈرتا ہے تو وہ مرنے کو فنا جانتا ہے اور مرنے کے بعد اپنی حالت کو پریشان و ناپسندیدہ سمجھتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کی تعبیر کے مطابق: جو مسلمان خیانت سے مبرّا ہو، تو وہ دعوت حق پر لبیک کہتا ہے اور موت سے مانوس ہے(۲)

۱۔ نہج البلاغہ، حکمت ۳۷۴ ۲۔ نیز، خطبہ ۲۳: المرء المسلم البری ء من الخيانة ينتظر من الله احدى الحسنيين: امّا داعی الله، فما عند الله خير له و امّا رزق الله... ۔

آرزوئے شہادت

وہ موت کیسے حاصل ہو جو حیات جاودانی کا باعث قرار پائے؟ اِن لوگوں کے درمیان جو اپنی دنیوی زندگی کو پسند کرتے ہیں ایسے بھی ہیں جو موت سے بغلگیر ہونا چاہتے ہیں، دوسرے بہتر الفاظ میں کہا جائے کہ ''شہادت طلب'' ہیں۔ یہ بھی زندہ رہنے کو پسند کرتے ہیں لیکن ایک زندگی برتر وحیات جاوید کہ جو جہاد وشہادت راہ خدا کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے، کے طلبگار ہیں۔ امام علی علیہ السلام ان میں سے ایک ہیں اور فرماتے ہیں:

"انّ اکرم الموت القتل ، و الذی نفس ابن ابی طالب بیدہ ، لألف ضربة بالسّیف اھون علی من میتة علی الفراش فی غیر طاعة اللہ " (۱)

یقیناً پسندیدہ ترین موت (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) قتل ہونا ہے۔ اُس کی قسم

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۲۳

جس کے ہاتھ میں فرزند ابو طالب کی جان ہے، تلوار کی ہزار ضربیں، اُس موت سے آسان ہیں، جو بغیر طاعت الٰہی میں بستر پر آئے۔

آخر کار سب کے لئے موت ہے۔ مگر کون سی موت جو افتخار آمیز، خوش بختی اور سر بلندی جیسی ہو؟ آنحضرتؐ کے فرمان کے مطابق: جو بھی مرے گا، اُسکی بازگشت اللہ ہی کی طرف ہے **''مَن مات فإلیه منقلبه''** (۱)

اللہ کی جانب پلٹ جانا ، اس حالت میں بھی ہوسکتا ہے کہ اُس پر کمر شکن گناہوں کا بوجھ لدا ہوا ہو یا پھر اطاعت و بندگی کی بدولت زادِ راہ عظیم اُس کے ساتھ ہو۔ جو شہادت طلب ہیں، اُن کا آئندہ روشن ہے کیونکہ وہ اَجر الٰہی اور اُس کے سایہ لطف کے امیدوار ہیں ، اِسی لئے دُنیا کو اپنے لئے ایک زندان محسوس کرتے ہیں اور اِس سے رہائی کے منتظر ہیں۔

اللہ والے، مشتاق مرگ ہوتے ہیں تا کہ اپنے قفس تن سے رہائی حاصل کر سکیں اور جوار رحمت الٰہی میں چلیں جائیں۔ شہادت کی آرزو ان میں خوف مرگ کو جگہ نہیں دیتی بلکہ اُس کو اپنی راحت اور کامیابی کا دروازہ سمجھتے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام اپنی کیفیت اس طرح بیان کرتے ہیں: خدا کہ قسم! اگر میں تنہا دشمنوں کے ہجوم میں، جو مجھے چاروں طرف سے گھیرے ہوں، ہرگز اُن

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۰۹

سے وحشت نہیں کروں گا، کیونکہ میں اُن کی گمراہی اور اپنے حق پر رہنے کا یقین رکھتا ہوں. اپنی بصارت و بینائی کے ساتھ اپنے پروردگار کے دیدار کا مشتاق ہوں اور اُس سے عظیم اجر کا اُمیدوار ہوں :

"انّی الی لقاء الله لمشتاق و حسن ثوابه لمنتظر راج" (۱)

اور اپنے ایک خطبہ میں حضرتؑ نے اپنے لشکر کی سستی و بدحالی اور نافرمانی پر شدید تنقید فرماتے ہوئے، اپنی شہادت طلبی کا اشارہ کیا ہے :

''و اِنّ احبّ ما أنا لاق الیّ الموت'' (۲)

محبوب ترین چیز کہ میں اس سے ملاقات کروں، موت ہے۔

امیر المومنین علی علیہ السلام کے نزدیک، اگر کسی کو توفیق شہادت حاصل نہ ہو سکے لیکن راہ شہداء پر وہ گامزن ہو اور اُن کا ھدف و مقصد ایمان ہو، اور زندگی کی تمام ذمہ داریاں پوری کرتے ہوئے راستہ طے کرے اور اُس نے عمل صحیح طریقہ سے انجام دیا گیا ہو تو اُسے شہید جیسا اَجر ملے گا ، کیونکہ وہ شہادت طلب ہے اگرچہ باغ شہادت میں نہیں پہنچ سکا، لیکن وہ سرخ راہ پر چلنے والے ہیں ۔

کلام حضرت علی علیہ السلام میں ہے: "من ماتمنکم علی فراشه و هو معرفة حق ربه و حق رسوله و اهل بیته مات شهیدا... " (۳)

۱۔ نیز، مراسلہ ۶۲

۲۔ نیز، خطبہ ۱۸۰ ۳۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹۰

جو بھی تم میں سے اپنے بستر پر جان دے دے بشرطیکہ اپنے پروردگار، اس کے رسولؐ اور اہل بیتِ رسول علیہم السلام کے حق کی معرفت رکھتا ہو، شہید مرا اور اپنی حسن نیت کی بنا پر بہترین اَجر کا حقدار بنا۔

امام علی علیہ السلام نے جنگ جمل کو ایک امتحان الٰہی سے شمار کرتے ہوئے فرمایا: میں نے رسول اللہؐ سے عرض کیا: یارسول اللہؐ! غزوہ احد میں مسلمانوں کے گروہ میں سے مسلمان شھید ہو گئے، اور میں نے توفیق شہادت حاصل نہیں کی یہ مجھ پر بہت سخت گذرا۔ کیا آپؐ نے نہیں فرمایا تھا: اے علیؑ! مژدہ باد کہ شہادت تمھارے انتظار میں ہے؟ آپؐ نے فرمایا: میں نے کہا تھا۔ اگر وہ پیش آجائے تو تمھارا صبر وشکیب کیسا ہوگا؟ عرض کیا: یارسول اللہؐ! یہ موقع ومحل صبر کا نہیں ہے بلکہ بشارت وشکر کا ہے۔۔۔(۱)

یہ کلام آپؑ کی شہادت طلبی کی اُمنگ کی عکاسی کرتا ہے، آپؑ کو رنج تھا کہ جنگ احد میں مرتبہ شہادت کیوں حاصل نہیں ہوا، اس کے لئے ایک ایک پل کو شمار کر رہے ہیں کہ کب دیدار خدا ہو اور ضربت زدہ پیشانی لئے خدا سے ملاقات کروں لقائے الٰہی کا اشتیاق، وقتِ محراب ''فزت و رب الكعبه'' کے کلمات سے ظاہر ہوا۔

۱۔ نہج، خطبہ ۱۵۶

راہ خدامیں شہادت کا اشتیاق، درج ذیل کلام علوی سے مزید واضح ہو جاتا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد غصب خلافت اور اُس کے دوران تلخ حوادث کے اوقات میں فرمایا: اگر بولتا ہوں تو کہتے ہیں ریاست طلب ہے اور اگر خاموش رہوں تو کہتے ہیں، موت سے ڈر گیا، ھیھات! ان تمام حوادث اور جنگوں کے بعد بھی!!! میں موت سے ڈروں، خدا کی قسم! پسر ابو طالبؑ موت سے اتنا مانوس ہے، جتنا شیر خوار بھی اپنی ماں کے پستان سے نہیں ہوتا:

"واللہ! لابن ابی طالب انس بالموت من الطفل بثدی اُمّه" (۱)

شہادت طلبی عرفاء کی روحوں میں موجزن ہے جو کہ "جان" اور "مقام منصب" کی فکر سے آزاد ہیں اور موت کا اس طرح کا اشتیاق رکھتے ہیں گویا پوری زندگی کا ماحصل یہی گوہر گرانمایہ ہے۔

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۵

آخرت کو دیکھنے والی نگاہ

جس انسان کے نزدیک زندگی کا جو نظریہ و تصور ہوگا وہ اسی کے مطابق شب و روز گذارتا ہے۔ بصارت و بصیرت معمولی ہو یا عمیق۔ محدود ہو یا وسیع، غلط ہو یا صحیح، نزدیک بین ہو یا دُور بین. ہر شخص اپنی نگاہ کے مطابق جہان ہستی کی شناخت پیدا کرتا ہے اوراس کے مطابق عمل کرتا ہے پس ہر ایک کے عمل کا طریقہ اس کے زندگی کے نظریہ سے جڑا ہوا ہے اس کی بصارت کیسی ہے اور کون سی عینک اس نے اپنی آنکھوں پر لگا رکھی ہے۔

غافل ز خدا، تکیہ بہ مردم کردیم

کوہ و درہ را، راہ تو ہم کردیم

با این ہمہ تابلو و علامت خود را

در پیچ و خم جادۂ دل گم کردیم (۱)

امام علی علیہ السلام دونوں طرز ہائے زندگی سے متعلق فرماتے ہیں:

۱۔ برگ و بار، ص ۳۰۹

" انما الدنیا منتھی بصر الاعمی، لا یبصر ممّا و راء ھا شیئاً ، والبصیر ینفذ ھا بصرہ و یعلم ان الدّار و راء ھا ، فا لبصیر منھا شاخص و الاعمی الیھا شاخص، والبصیر منھا متزود و الاعمی لھا متزود" (۱)

محدود نگاہ رکھنے والے کی حد، دنیا سے ماوراء کوئی چیز نہیں دیکھتی ۔البتہ بصیر و بینا کی نگاہ دُنیا کے بعد کے مناظر بھی دیکھتی ہے اور جانتا ہے کہ اصلی گھر اِس دُنیا کے اُس طرف ہے ۔آنکھوں والا، دُنیا سے آخرت کی جانب سفر کی تیاری کرتا ہے لیکن بے بصیرت اپنی نگاہوں کو اس دُنیا سے لگا لیتا ہے۔ بابصیرت اِس دُنیا سے آخرت کا زادراہ لے لیتا ہے اور نابینا اسی دنیا کے لئے اسباب جمع کرتا ہے۔

نگاہوں کا یہ فرق، دوطرح کے انسان، دوطرح کی زندگی، دوطرح کے نظریاتِ حیات پیش کرتے ہیں.صاحبان بصیرت، جنت ودوزخ وثواب وعذاب کو پیش نظر رکھتے ہیں وہ آخرت میں پیش آنے والے مناظر کو اپنے عمل کی روشنی میں دیکھتے ہیں اور اس امر کا بخوبی ادراک رکھتے ہیں کہ جنت وجہنم کا تعلق ان کے اپنے عمل پر منحصر ہے ۔یہ وہی عرفان واقعی ہے جو اولیاء کو حاصل ہوتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے اولیائے الٰہی کا وصف یوں فرمایا ہے:

۱۔نہج البلاغہ،خطبہ۱۳۳

"مره العیون من البکاء خمص البطون من الصیّام ذبل الشفاه من الدّعاء صفر الالوان من السهر علی وجوههم غبرة الخاشعین "(۱)

خدا کے خوف سے روتے ہیں، روزے رکھنے کی بنا پر شکم خالی کمر سے لگ گئے ہیں، بیشتر دُعا کرنے سے اُن کے لب خشک ہو گئے ،شب زندہ داری سے اُنکے چہروں کا رنگ زرد ہو گیا ہے اور اُن کے چہروں پر خشوع وخضوع کا غبار ہے۔

یہ خصوصیات آنحضرتؐ نے اپنے اُن ساتھیوں کے لئے بیان کی ہیں جو کہ آپؐ کے ہم رکاب رہ کر حق کی خاطر جنگ کرتے رہے اور بالآخر اپنی آرزو یعنی شہادت کے مرتبہ پر پہنچ گئے۔ انبیاء کرام، خدا کی طرف سے اسی واسطے آئے تا کہ ہماری بصارت کو تیز کر دیں اور ہم عالم ہستی کو، خود اور خدا کو، زمان اور جہان کو، دُنیا و آخرت کو، زندگی اور مرگ کو، عمل و عکس عمل کو، اس طرح کہ دیکھ سکیں اور پہچانیں، یعنی ایسی نگاہ و شناخت ہم رکھیں، جو وسیع ہو محدود نہ. عمیق ہو نہ معمولی ، صحیح ہو نہ کہ غلط۔ وحدانیت پر یقین اور انبیاء کی ہدایت، ہمیں بصیرت واقعی عطا کرتی تا کہ ہستی کو ہم پہچانیں اور اس کے مطابق عمل کریں۔

حیات و کائنات کو آخرت کی نگاہ سے دیکھنے والوں کی تعریف، آنحضرتؐ نے یوں بیان کی ہے:

ا۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۲۱

" انّ اولیاء الله هم الذین نظروا الی باطن الدّنیا اذا نظر الناس الی ظاهر ها و اشتغلوا باجلها اذا اشتغل للناس بعاجلها فأ ماتوا منها ما خشوا ان یمیتهم و ترکوا منها ما علموا انه سیترکهم "(۱)

اولیاءاللہ وہ ہیں کہ جب لوگ ظاہری دُنیا کو دیکھ رہے ہوتے ہیں تو وہ اُس کے باطن کو دیکھتے ہیں، جب وہ دُنیا کے ظاہر میں گرفتار ہوں تو وہ آئندہ وآخرت میں مشغول ہوتے ہیں، دُنیا کی اس چیز سے جسے خوف مرگ کہتے ہیں، وہ اپنے دل سے دُور کر دیتے ہیں جن کے بارے میں یہ جانتے ہیں، وہ ساتھ چھوڑ دیں گے وہ خود انھیں اُن کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ وہ زاویہ نگاہ کا فرق ہے جو عمل کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہادیاں برحق اور کتابیں ہمیں وہ بصارت وبصیرت عطا کرتی ہیں کہ ہم نہ صرف اس دنیا بلکہ آخرت کی منازل کو بھی ایمان وعقیدہ کی نگاہ سے دیکھیں ، تو پھر یہ کتنی بدنصیبی کی بات ہے کہ ہم انبیاءواولیاء سے غافل رہتے ہوئے چشم پوشی کرلیں اوراپنی نگاہ کو محدود کرلیں۔ آخرت بین کی نگاہ میں موت کے بعد کے مناظر صاف وشفاف ہو جاتے ہیں اور وہ اسی دنیا میں جنت کا نظارہ کررہا ہوتا ہے تا کہ اُسی راہ کو طے کرنے کے لئے اعمال کا توشہ تیار کرلیا جائے۔

۱۔ نہج البلاغہ، حکمت ۴۳۲

سرمایۂ آخرت

جب ہم کسی ملک کا سفر کرتے ہیں، تو وہاں کی رائج کرنسی کے مطابق خرید و فروش کرتے ہیں۔ اس بنا پر اس ملک کی کرنسی ہم سفر سے پہلے فراہم کر لیتے ہیں تا کہ دچارِ مشکل نہ ہوں۔ کیونکہ ان کی کرنسی ہماری کرنسی سے جدا ہوتی ہے۔

دُنیوی مقاصد و اہداف کے لئے دولت، پارٹی، نفوذِ اجتماعی، رفاقت و دوستی اور عزیز داری سے فوائد حاصل کئے جاتے ہیں۔ لیکن آخرت کیلئے اِن میں سے کوئی بھی چیز کام آنے والی نہیں۔ تقرب الٰہی اور مقصد تک پہنچنے کا وسیلہ صرف ''عمل صالح'' ہے۔

نیک اعمال ''عبادات و انفاق و اخلاص'' آخرت کی کرنسی بن جاتی ہے اور مرنے کے بعد یہ ہی ہمارے کام آتے ہیں۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا **''انّ المر ء اذا ھلک قال الناس : ما ترک؟ وقالت الملائکة: ما قدّم؟...''** (۱)

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۲۰۳

جب کوئی مرتا ہے تو لوگ کہتے ہیں: کیا چھوڑ کر گیا ہے؟ اور فرشتے کہتے ہیں: وہاں کے لئے کیا بھیجا ؟ خدا تمھارے والدین کی مغفرت فرمائے، یہاں سے کچھ مال و دولت وہاں بھیج دو تا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک باقی رہے۔ سب کچھ اپنے وارثوں کے لئے نہ چھوڑو کیونکہ تمھیں اس کے بارے میں جواب دینا ہے۔

ثروت انسان کو زندہ و جاوید نہیں رکھتی البتہ خدا پسندانہ نیک کام، حیات ابدی اور رضایت الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہیں۔

آخرت میں کام آنے والی پونجی جمع کرنے کی فکر کرو کیونکہ بعد از مرگ، نیک کاموں کی فرصت نہیں ملے گی۔ آخرت، مرحلہ حساب ہے نہ کہ عمل۔ ماموران الٰہی ہنگام مرگ اور قیامت میں، انسان کی مادی حیثیت کو نہیں دیکھیں گے بلکہ جو کچھ دینی کام، اُس دن کے لئے جمع کیا ہے اور بھیجا ہے، وہ دیکھیں گے اور اُس کے مطابق جزا ملے گی۔

حضرت علی علیہ السلام کے زمانۂ خلافت میں، قاضی شریح نے ایک گراں قیمت مکان خریدا، حضرت علی علیہ السلام نے اُسے اپنے پاس بلوایا اور پوچھا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ تم نے اسّی (۸۰) دینار کا مکان خریدا ہے؟ جس کے قانونی کاغذات تیار کر لئے ہیں اور اس پر گواہوں کے دستخط ہیں؟ قاضی نے کہا: ہاں۔ حضرت علی علیہ السلام نے اُسے دیکھا اور فرمایا:

"یا شریح! اما انّہ سیأتیک من لا ینظر فی کتابک و لا یسألک عن بینتک حتی یخرجک منھا شاخصاً و یسلمک الی قبرک خالصاً"(۱)

اے شریح! آگاہ ہو جاؤ کہ بہت جلد آنے والا تمھارے سراغ میں آئے گا (عزرائیل) جو نہ مکان کے کاغذات کو دیکھے گا اور نہ ان شاھدوں کو، یہاں تک کہ تمھیں اس گھر سے نکال کر، قبر کے سپرد کر دے گا!

آپؑ نے مزید فرمایا:

خوب سوچ بچار کرو کہ یہ گھر دوسروں کے مال یا راہ حرام سے تو نہیں خریدا کہ دُنیا و آخرت میں ناکام رہو، اگر گھر خریدنے سے پہلے میرے پاس آ جاتے تو تمھارے لئے ایسا پروانہ لکھتا کہ جس کے سبب سے یہ گھر تم ایک درہم میں بھی نہ خریدتے، میرے مکتوب کا متن کچھ اس طرح ہوتا: اس گھر کو بندۂ خوار، اُس مُردے سے خرید رہا ہے جو حالت کوچ میں ہے، یہ وہ گھر ہے جو فریب دینے والے گھروں میں سے ہے، نابود شدہ محلے سے ہے کہ جس کا حدود اربعہ ایسے ہے: ایک طرف آفتیں اور بلائیں، دوسری طرف مصیبتیں، تیسری سمت میں ہوائے نفس اور چوتھی سمت اغواء کرنے والا شیطان کہ گھر کا دروازہ اُس کی طرف کھلا ہُوا ہے۔ خریدار

۱۔ نہج البلاغہ، مراسلہ ۳

نے فریب کھایا اور مرنے کے نزدیک ہے کہ اس کو خرید کر، قناعت کی آبرو کھو چکا اور دُنیا پرستی کی ذلت نے اسے قریب کرلیا۔ اگر گھر میں نقص ہے تو اس کا ذمہ دار وہ ہے کہ جس نے بادشاہوں کے جسم کو بوسیدہ کیا ہے اور جباروں، فرعونوں اور شاہوں کی شوکت کو درہم برہم کر دیا ہے۔۔۔۔

یہ موعظہ شریح جیسوں کے لئے ہے جو دُنیا طلب، حریص ہیں، اپنی دولت و ثروت کو محل و باغات خریدنے میں صرف کرتے ہیں۔ پس دنیاوی عیش وعشرت ہی پر خرچ نہ کرو کیونکہ کچھ دن بعد کوچ کر جاؤ بلکہ اس کو خرچ کرو راہ خیر میں کہ خانہ آخرت بنے اور راہ خدا میں انفاق کرو کہ سرمایۂ دنیوی ''کرنسی آخرت'' میں تبدیل ہوجائے، یہ باقی رہنے والا سودا ہے اور حساب قیامت اور اس کا جواب، کہاں سے لائے؟ کہاں خرچ کیا؟...؟ سب سوالوں سے بچ جاؤ گے۔

امام علی علیہ السلام، موت سے غافل ہوجانے کو ذیل کے عوامل کو بنیادی سبب قرار دیتے ہیں، جھوٹ، فریب، ریاکاری دُنیا میں وہ ہتھیار ہیں جن کی وجہ سے انسان دنیا کا ہی ہوکر رہ جاتا ہے، آخرت کے بارے میں اس کا یقین ختم ہوجاتا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں :

"قد غاب عن قلوبکم ذکر الاجال ،وحضرتکم کواذب الامال، فصارت الدنیا املک بکم من الآخرۃ و العاجلۃ اذھب بکم من

الآجلة"(۱)

تم موت کے تذکرے نہیں کرتے (بھلا چکے) اسی لئے تمھارے دلوں میں فریب دینے والی آرزوؤں نے جگہ لے لی ہے، نتیجہ ظاہر ہے کہ دنیا نے آخرت سے پہلے تمھیں اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اور فنا ہونے والے مال وزر نے، آخرت کے باقی رہنے والے ذخیرے سے زیادہ تمھارے دل و جان کو فریفتہ کرلیا ہے۔ اسی گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں: تمھیں کیا ہوگیا ہے کہ دُنیا کے کم مال کو جمع کر کے بہت خوشحال ہوتے ہو اور آخرت کے عظیم خزانوں سے محروم ہو جانے کا تمھیں غم نہیں ہے؟ تھوڑی سی دُنیا اگر تمھارے ہاتھ سے نکل جائے تو تمھیں لرزا دیتی ہے اور غصّہ و غم تمھارے چہرے سے آشکار ہو جاتا ہے، گویا یہ قرار ہے کہ ہمیشہ دُنیا میں رہو گے۔۔۔ کیوں موت سے غافل ہو کر دُنیا کے اس قدر دوست بن گئے ؟

خوش است عمر، دریغا کہ جاودانی نیست
پس اعتماد براین پنج روز فانی نیست
گلی است خرّم و خندان و تازہ و خوشبوی
ولیک امید ثباتش چنان کہ دانی، نیست

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۱۳

دل ای رفیق در این کاروان سرای مبند

کہ خانہ ساختن، آئین کاروانی نیست (۱)

دل دُنیا سے اچاٹ ہو جائے! اس کے لئے کون سانسخہ ہے، بلکہ ایسا ہو جائے کہ دنیا سے آخرت کے اسباب جمع کر لیں اس کے لئے ضروری ہے، دُنیا کا مکرہ اور ناپسندیدہ چہرہ دیکھا جائے۔

یہ بوڑھی ہزار داماد والی، بظاہر شربت شیریں بباطن زہر قاتل، فرشتہ صورت ، دیو خصلت ہے۔

امام علی علیہ السلام زاہدوں کے قافلہ سالار اور آخرت کے عاشق ہیں، دُنیا کو طلاق دینے والے ہیں، کیونکہ وہ دُنیا کو ایسے پہچانتے ہیں:

"فانّ الدنیا رنق مشربها، ردغ مشرعها، یونق منظرها و یوبق مخبرها ،غرور حائل و ضوء آفل و ظل زائل و سناد مائل..." (۲)

دُنیا کا پانی گندہ اور مٹی آلودہ ہے، اِس کا نظارہ دلفریب، دھوکہ ہے لیکن دوام نہیں، ایسی روشنی ہے جو بجھنے والی ہے، ایسا سایہ جو پائیدار نہیں ، ایسا ستون جو گرنے والا ہے۔

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: دنیا سرائے فنا، رنج و عبرت اور رنگ بدلنے والی ہے۔ اس کے روزگار نے اپنے تیروں کو کمان پر چڑھایا ہوا ہے

ا۔ سعدی ۲۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۸۳

اِس کا نشانہ خطا نہیں جاتا اور اِس کا زخم خوب ہونے والا نہیں ہے ۔ زندہ کو تیر مرگ سے نشانہ بناتی ہے اور سالم کو تیر بیماری سے۔ جو نجات حاصل کرتا اُسے ہلاکت میں گراتی ہے، کبھی سیر نہیں ہوتی اور اِس کی پیاس کبھی نہیں بجھتی، یہ دنیا غم وافسوس کا سلسلہ دراز کرتی ہے۔ایسے بھی ہوتا ہے کہ انسان کسی چیز کو حاصل کرتا ہے مگر کھا نہیں سکتا، گھر بناتا ہے مگر ساکن نہیں ہوتا اور خالی ہاتھوں سے خدا کی طرف پلٹ جاتا ہے۔۔۔ .

اس کی عبرتوں میں سے ہے، انسان کی کچھ خواہشات تکمیل کے مرحلے میں ہوتی ہیں، تو اجل سامنے آ کھڑی ہوتی ہے پھر اپنی اُمیدوں تک نہیں پہنچتا.....(۱)
دُنیا اِن اُوصاف کے باوجود، کیا یہ قابلیت رکھتی ہے کہ اس سے دل لگایا جائے؟
کیا خوب ہیں وہ جو دُنیا کو ''راہگذر'' جانتے ہیں اور آخرت کو ''قرارگاہ'' اور اس گذرگاہ سے اُس ''قرارگاہ'' کی فکر میں ہیں۔اور آخرت کو دُنیا کے لئے فدا نہیں کرتے۔

۱۔نیز،خطبہ۱۱۴: انّ الدنیا دار فناء و عناء و غیر و عبر... ۔

ذلّت والی زندگی یا عزت والی موت؟

ایک گروہ دنیا کو صرف جینے، سانس لینے، کھانے پینے اور آرام لینے کی جگہ سمجھتا ہے۔ان کے لئے ''کس طرح زندگی گذاری جائے'' زیرِ غور ہی نہیں۔

دوسرا طبقہ انسانی کرامت وعزت وشرافت کو معیار جانتا ہے، ذلت وحقارت والی زندگی کو قبول نہیں کرتا، وہ دوراہوں: مرگ باشرافت یا زندگی باذلت، میں سے عزت کی موت کا استقبال کرتا ہے۔

فلسفہ جہاد ودفاع، کرامت انسان کی پاسداری سے متعلق ہے. اللہ نے اہل ایمان کو شرف شہادت وکرامت سے نوازا ہے ۔کربلا میں روز عاشورا امام حسین بن علی علیہ السلام نے فرمایا ''ھیہات منّا الذلّۃ'' اِس بزرگی اور کرامتِ نفس کے جلوے کو، خاندان رسالت نے عمومی طور پر ظاہر کیا کہ مرگ وشہادت کو، یزید کی بیعت پر ترجیح دی۔

امام علی علیہ السلام نے اس عظیم حقیقت کو، اس جملے سے بیان کیا، ''المنیّۃ

ولا الد نیة'(۱)

موت قبول، پستی وذلت ہرگز!

جنگِ صفین میں جب سپاہ شام نے دریائے فرات کا پانی، لشکر امیر المومنین علیؑ کے لئے بند کردیا اور وہاں قلت آب ہوئی، تو امام علی علیہ السلام نے بڑا ولولہ انگیز خطاب کیا اور اپنے غیرت مند ساتھیوں سے کہا: اگر سیراب ہونا چاہتے ہیں تو اپنی شمشیروں کو مخالف کے خون سے سیراب کریں اور فرمایا:

"**فالموت فی حیاتکم مقهورین والحیاة فی موتکم قاهرین**"(۲)

شکست کی ہزیمت وذلت برداشت کر کے زندہ رہنا یا آبرومندانہ کامیابی کے لئے موت کو گلے لگالینا، دونوں تمھارے اختیار میں ہے۔

زندہ را زندہ نخوانند کہ مرگ از پی اوست

بلکہ زندہ است شہیدی کہ حیاتش زقفاست

اگر کوئی دشمن کے مقابل شجاعت نہ دکھائے یا اپنے ملک ودین کے دفاع میں سستی کرے اور عافیت طلبی کرے، تو وہ مقہور اور ذلیل ہوگیا۔

امام علی علیہ السلام اپنے محبوں کے جذبے بلند کرنے کے لئے کہ حد سے تجاوز کرنے والے دشمن سے جنگ کریں، فرماتے ہیں:

۱۔ نہج البلاغہ، حکمت ۳۹۶

۲۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۵۱

" انفروا رحمکم اللہ الی قتال عدوّکم ولا تثاقلوا الی الارض فتقروا بالخسف و تبوؤ وا بالذّل"(۱)

تم پر خدا کی رحمت ہو! اپنے دشمنوں سے جنگ کے لئے کوچ کرو، اپنے گھر میں نہ بیٹھے رہو کہ ظلم وستم کا شکار ہو کر ذلیل وخوار ہو جاؤ گے۔

ایک اور خطبہ میں جنگ سے سستی کرنے والوں کو متنبہ کیا، جو گروہ بندی کا شکار ہو چکے تھے اور جان کو خطرات میں ڈالے بغیر عزت چاہتے تھے، آپؑ نے فرمایا:

" ما تنتظرون بنصرکم و الجھاد علی حقکم ؟الموت او الذل لکم ؟ " (۲)

کامیابی کے لئے کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟ اپنے حق کے لئے کیوں جہاد نہیں کرتے ؟ موت کے انتظار میں ہو یا ذلت کے؟

خوارج سے نہروان کی جنگ کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے معاویہ کے لشکر کے شورشیوں کو روکنے کیلئے جو ظلم وحکومت علوی میں جاری رکھے ہوئے تھے، کو دُور کرنے کے لئے لوگوں کو دعوت دی لیکن وہ جنگ کے لئے بالکل تیار نہ ہوئے حقارت وذلت کو برداشت کرتے رہے مگر میدان جہاد کے لئے ہرگز آمادہ نہ

۱۔ نیز، مراسلہ ۶۲

۲۔ نیز، خطبہ ۱۸۰

ہوئے اور حضرت علی علیہ السلام کو خون جگر پینے پر مجبور کر دیا! حضرت علی علیہ السلام نے اپنے ایک خطبے میں آگاہ کیا: اگر سستی کروگے اور اپنے پیشوا کی مدد سے انکار کروگے اور دشمن کو اپنے آپ پر مسلط کروگے تو دشمن تمھارے جسم کے تمام گوشت کو تکہ بوٹی کر کے کھا جائے گا، ہڈیوں کو توڑ دے گا اور تمھاری ناتوانی قابل عبرت ہوگی۔تم چاہتے ہو تو اِسی حال میں رہو۔مگر میں تیغ برّان سے دشمن کے ساتھ جنگ کروں گا، سروں کو اُڑاؤں گا، اور دشمنوں کے ہاتھ پاؤں کو قلم کروں گا۔۔۔(۱)

مکتب علوی کے پرورده،۔۔۔عزت بخش اور ذلّت کا مقابلہ کرنے والے، ظالم کے تسلط کو ہرگز قبول نہیں کرتے۔وہ امامؑ سے الہام لیتے ہوئے، سختیوں اور دباؤ پر تحمل کرتے ہوئے، اپنی شرافت و کرامت کو ضائع نہیں ہونے دیتے۔

اگر دشمن سامنے آجائے، تو دفاع و جہاد اور شرافت مندانہ مرگ کو، سازشوں پر سر جھکانے اور اسیر ہونے پر ترجیح دیتے ہیں۔عزت کی موت، ذلّت کی زندگی سے بہتر ہے۔

۱۔نہج البلاغہ، خطبہ ۳۴

سخن آخر

موت سے متعلق بحث، طولانی اور نہ ختم ہونے والی ہے۔

یہ کاروان ہمیشہ رواں دواں ہے اور ہر لحظہ کسی نہ کسی کو قربان گاہ پر لے کر جاتا ہے۔ زندگی کی دوڑ کا ''آخری ہدف'' موت ہے۔ لیکن یہ دیکھو کہ کس انداز سے آخری ہدف تک پہنچتے ہو۔ اور اِس کے بعد کا مرحلہ کیسا ہے؟

ہم نے یہاں تک دریافت کرلیا کہ مرگ، ضروری، حتمی اور انکار ناپذیر ہے. خدا کی طرف واپس پلٹنا ہے اور یہ ایسا پل ہے جو دنیوی زندگی سے بہشت یا دوزخ تک پہنچنے کے لئے ہے. کچھ ذی نفس شائستہ اور اچھی موت حاصل کرتے ہیں۔ جس کی عالی ترین قسم، شہادت ہے۔ بعض بُری اور مکروہ صورت میں مرتے ہیں کہ بدتریں اِس کی قسم، گناہ کی حالت میں ہے۔

اولیاء اللہ، اِس سفر کو مبارک سمجھتے ہیں اور اِس کا استقبال کرتے ہیں اور اُس کیلئے چشم براہ ہیں لیکن اکثر مسلسل فرار حاصل کرنے میں لگے ہوئے ہیں بالاخر موت کے منہ میں گر پڑتے ہیں۔ موت کے پُر قدرت پنجے، اُن میں پیوست ہو

جاتے ہیں جو زندگی اور دُنیا سے ''دیار باقی''میں لے جاتے ہیں۔

موت سے غفلت تباہی کے علاوہ کچھ نہیں ہے؟ موت کی یاد اپنے آپ کو لوٹ کر نہ آنے والے سفر کے لئے سامان سفر کی تیاری کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔

مرحومین کی یادیں، قبرستان جانا، جنازے کی تشییع، گذشتگان کے حالات پر غور و فکر کرنا وغیرہ شیطان کی پیروی سے روکتے ہیں کیونکہ اس کا راستہ دوزخ جا کر ختم ہوتا ہے۔

دنیا میں ہمیشگی اور بقاء کی خواہش غفلت اور جہالت پر مبنی ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: کہاں سے اِس میں بقاء کی اُمید رکھیں جبکہ حال یہ ہے کہ دن رات کا مشاہدہ ہے کہ عمارت تعمیر ہوتی ہے پھر ویرانی چھا جاتی ہے ذخیرہ شدہ مال کام نہیں آتا بلکہ تقسیم ہو جاتا ہے(۱)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

''انّ للہ ملکاً ینادی کلّ یوم: لدوا للموت، و اجمعوا للفناء، و ابنوا للخراب''(۲)

اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو مقرر کر رکھا ہے جو ہر روز ندا دیتا ہے۔ مرنے کے لئے اولاد پیدا کرو، فناء کے لئے ذخیرہ کرو اور خرابی کے لئے تعمیرات کرو۔

۱۔ نہج البلاغہ، حکمت ۱۹۲: فمن این نر جوا البقاء و ھذا اللیل و النھار لم یرفعا من شیء شرفاً الا اسرعا الکرّۃ فی ھدم ما بنیا و تفریق ما جمعا۔

۲۔ نیز، حکمت ۱۳۲

یعنی ہر پیدا ہونے والے کا انجام موت ہے، اور ہر ذخیرہ اندوزی کا سرانجام فنا ہے اور ہر ساخت وساز کا نتیجہ، خرابی ہے۔ پس اِس خراب آباد وہستی سوز دُنیا میں کیوں دل لگایا جائے؟ حیات جاوید وابدی سے کیوں غفلت؟ اور دُنیا کی خاطر قربان ہونا کیوں؟ جن کی نگاہوں میں ''کوچ کے لئے تیار رہنے'' کا اعلان ہے تو وہ تکبّر وغرور میں گرفتار نہیں ہوتے نہ ہی فرصتوں کو ضائع کرتے ہیں، نہ سستی، غفلت اور لاپرواہی کا شکار ہوتے ہیں اور نہ دنیا سے چمٹے رہتے ہیں اور نہ اپنی عمر کو شیطان کی چراگاہ اور اپنی روح کو اُس کا کھلونا بناتے ہیں۔

ہر نشاط وکامرانی اور بہار کے عقب میں اشک وآہ اور خزاں ہے، پس غرور کس بات پر؟ پروین اعتصامی نے کیا زیبا کہا ہے:

بلبلی شیفتہ می گفت بہ گل
کہ جمال تو چراغ چمن است
گفت: امروز کہ زیبا وخوشم
رخ من شاہد ہر انجمن است
چونکہ فردا شد وپژمردہ شدم
کیست آن کس کہ ہواخواہ من است؟

اس کا مطلب ومنشاء ہرگز یہ نہیں کہ زندگی سے مایوس ہو جائیں، اور پژمردگی

کی حالت میں زندگی سے کنارہ کش ہوکر عزرائیل کے منتظر رہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ اِس دنیا سے باہر نکل کر اُس طرف کی زندگی کی فکر کریں، جو مادیات سے برتر ہے۔ جان لیں کہ اگر ہم مسافر ہیں اوراس راستے پرسفر جاری ہے،تو موت آخری منزل نہیں ہے بلکہ ایک دوسرے مرحلے کا آغاز ہے.بس ہمیں غرور وغفلت نہ گھیرے اور بعد کے مراحل ومنازل سے نہ روک سکے۔

آقا ومولا امام علی علیہ السلام کے اس کلام پرغور وفکر کرتے ہوئے، مضمون کی تکمیل کریں'' **رب مستقبل یوماً لیس بمستدبره،و مغبوط فی اول لیله قامت بواکیه فی آخرة**''(۱)

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک روز کیلئے تیاری کرتے ہیں مگر اس دن کا غروب دیکھنے کے لئے فرصت نہیں ملتی اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ آغاز شب میں کسی پر رشک کرتے ہیں اس کے اوج پر متحیر ومتعجب ہوتے ہیں رات کے آخری لحات میں اُس کی موت پر روتے ہیں!

جوانا ! بہ روز جوانی ز پیری
بیندیش، کز پیر ناید جوانی
روانی کہ ایزدتو را رایگان داد
بگیرد یکی روز ہم رایگانی

چو کار تو ز امروز ماند بہ فردا

چہ کاری کنی چون بہ فردا نمانی

ازاین کوچگہ، کوچ بایست کردن

کہ کردہ است بر روی پل زندگانی(۲)

الہا! ہمیں خالص کر، پھر پیوند خاک کر

الہا ! اپنا بنا لے پھر اُٹھا لے

الحمد للّٰہ رب العالمین

۱۔نہج البلاغہ،حکمت ۳۸۰

۲۔پروین اعتصامی

معصوم رہبروں علیہم السلام کے کلام میں زندگی ساز
بہترین دروس چھپے ہوئے ہیں ، ان کے درمیان
حضرت امام علی علیہ السلام کے کلمات ، نہج البلاغہ
میں مثالی اور خاص جاذبیت کے حامل ہیں ۔ اور
ہمیشہ ایک نفیس گنجینہ، خالص جواہرات سے سرشار
عظیم اشخاص اور معارف علوی کے عاشقوں کے
لئے مورد استفادہ ہیں۔

نہج البلاغہ میں، موضوعات کا سلسلہ، درسی طرز پر
اس قیمتی گنجینہ اور جواہرات سے آشنا تر بنائے گا ۔
اس بوستان معطر کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے ،
کلام حضرت علی علیہ السلام ، بالخصوص سفر آخرت
جو ہماری راہنمائی کے لئے ایک چراغ ہے۔